ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
ستمبر 2021ء

فلسفۂ صبر قرآن وسنت کی روشنی میں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

دین سے بے رغبتی اور اس کا علاج

وہ سفر جن میں منزلیں ساتھ چلتی ہیں

عظیم قومیں عظیم لیڈر شپ سے تشکیل پاتی ہیں

وطن کا دفاع ہر شہری پر واجب ہے

منہاج القرآن علماء کونسل کے زیر اہتمام ''پیغامِ امام حسین علیہ السلام اور اتحادِ امت کانفرنس''

منہاج القرآن ویمن لیگ پشاور کے زیر اہتمام ایگرز کلب لانچنگ تقریب کا انعقاد

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 28 شمارہ: 9 / محرم الحرام / صفر ۱۴۴۳ھ / ستمبر 2021ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ (احترامِ نسواں اور اخلاقی اقدار کی پامالی)		4
فرح الاسلام: فلسفہ صبر قرآن وسنت کی روشنی میں	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
فرد کی تربیت میں تعلیم کی اہمیت	ڈاکٹر فرخ سہیل	9
مذہبی، روحانی اقدار تنزل کا شکار کیوں؟	سعدیہ کریم	11
جمہوریت اور عوامی بالادستی	سمیّہ اسلام	14
عظیم قومیں عظیم لیڈرشپ سے تشکیل پاتی ہیں	تحریم رفعت	17
دین سے بے رغبتی اور اس کا علاج	مرتبہ: صائمہ نور	19
منہاج القرآن ویمن لیگ کے وفد کی شمالی علاقہ جات کی سیر	رپورٹ: عائشہ مبشر	22
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے	آمنہ خالد	26
دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور داعی کے اوصاف	مرتبہ: روبینہ ناز	29
منظوم منقبت (حضرت فاطمۃ الزہراؓ)	شفقت اللہ قادری	32
وطن کا دفاع ہر شہری پر واجب ہے	رابطہ فاطمہ	35
Role of Islamic Teachinggs in Attaining World Peace (Hadia Saqib Hashmi)		40

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ 35/- روپے

سالانہ خریداری 350/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبر: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا. وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا. وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا. (النساء، ۴: ۳۱-۳۳)

’’اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے۔ اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور ہم نے سب کے لیے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حقدار (یعنی وارث) مقرر کر دیے ہیں، اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے سو اُنہیں ان کا حصہ دے دو، بے شک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ: كَانَ سَعْدٌ رضی الله عنه يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ.

وَقَالَ أَبُوْعِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

’’حضرت عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادوں کو ان کلمات کی ایسے تعلیم دیتے جیسے استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے: بیشک رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے (آپ ﷺ فرماتے:) اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں ذلت کی زندگی کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں) جب میں نے یہ حدیث حضرت مصعب (بن سعد) کے سامنے بیان کی تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۳۴۱، ۳۴۲)

خواب

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری
(کلیات اقبال، بالِ جبریل، ص:595)

تعبیر

اسلام انصاف، فسادات، معقوبیت اور رواداری کا حامل ہے بلکہ جو غیر مسلم ہماری حفاظت میں آجائیں، ان کے ساتھ فیاضی کو بھی روا رکھتا ہے۔
(مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، 2 نومبر 1940ء)

تکمیل

اسلام نفرت کا دین نہیں بلکہ اسلام محبت، امن، اعتدال، برداشت اور وسعت کا دین ہے۔ اسلام انسانیت کی خدمت اور اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے کا دین ہے۔ اسلام امن، پیار اور رواداری کا دین ہے۔ مسلمان ساری دنیا میں اسلام کے سفیر ہیں اور سمندر پار پاکستانیوں اور مسلمانوں پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کے کردار میں جتنی محبت، برداشت اور رواداری کی خوشبو ہوگی۔ اسلام کی مہک اتنی ہی دور تک پہنچے گی۔ ان کے دلوں میں جتنی وسعت و برداشت ہوگی تو اسی طرح ہی اسلام کی برداشت کا تصور لوگوں کے دلوں میں ہوگا۔ پس پرامن معاشرہ بنانے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر شخص پرامن ہوجائے۔ (شیخ الاسلام خطاب بعنوان انسان کی اخلاقی وروحانی ترقی، منہاج القرآن، 2018ء)

اداریہ

احترام نسواں اور اخلاقی اقدار کی پامالی

یوم آزادی کے دن لاہور میں ایک خاتون کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔اس واقعہ کے بعد متعدد واقعات اور بھی رونما ہوئے جن میں نہ صرف سوسائٹی میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی کی نشاندہی ہوتی ہے بلکہ خواتین کے تحفظ کے حوالے سے انتظامی سطح پر موجود سقم بھی نمایاں ہوتے ہیں۔یہ امر باعث افسوس ہے کہ اجتماعی اخلاقی اقدار روبہ زوال ہیں اور اخلاقی رویوں میں تیزی سے بگاڑ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور والدین نے اپنے بچوں کے تحفظ کے حوالے سے تشویش پائی جاتی ہے ۔کچھ واقعات تو رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں کہ پبلک ٹرانسپورٹ جن میں رکشہ کی سواری سرفہرست ہے ان میں سفر کرنے والی خواتین غیر محفوظ ہیں۔ہر دور میں منتخب حکومتیں عوام کے جان و مال کے تحفظ بالخصوص خواتین کی عزت و ناموس کو محفوظ بنانے کیلئے بڑے بڑے دعوے کرتی ہیں مگر جب ہم اعداد وشمار دیکھتے ہیں تو زمینی حقائق ان دعوؤں کے برعکس ہوتے ہیں۔جس معاشرے میں قانون کی عملداری اور بالادستی کمزور ہوتی ہے وہاں جرم پرورش پاتا ہے۔ہمارا نظام انصاف انتہائی تاخیر سے حرکت میں آتا ہے جس کا فائدہ سنگین جرائم میں ملوث ملزمان کو پہنچتا ہے ۔جب بھی کوئی افسوسناک واقعہ رونما ہوتا ہے حکومت ،ادارے،میڈیا اور سیاسی سماجی تنظیمیں اس پر تبصرے کرتی اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے بیانات جاری کرتی ہیں۔کچھ دن تک وہ واقعہ میڈیا کی زینت بننے کے بعد منظر سے ہٹ جاتا ہے اور پھر جب ویسا ہی کوئی اور واقعہ رونما ہوتا ہے تو پھر بیان بازی کا ایک طوفان اُمڈ آتا ہے،ضرورت اس امر کی ہے کہ پولیس کے امن و امان کو قائم رکھنے کے کردار سے لے کر ایف آئی آر کے اندراج،غیر جانبدار تفتیش اور پراسیکیوشن اور ٹرائل کے تمام مراحل کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے ۔مجرموں کو سزاؤں سے بچانے والے قانونی سقم دور کئے جائیں،جب تک نظام انصاف درست خطوط پر استوار نہیں ہوگا صنف نازک کے ساتھ ظلم ہوتا رہے گا،صوبائی دارلحکومت لاہور میں حوا کی دو بیٹیوں تنزیلہ امجد اور شازیہ مرتضیٰ کو 17 جون 2014 کے دن شہید کر دیا گیا تھا۔شہید کرنیوالوں کے نام تمام تر ثبوتوں کے ساتھ عدالت کے ڈائس پر پڑے ہیں مگر 7 سال گزر جانے کے بعد بھی تنزیلہ امجد کی بیٹی بسمہ امجد انصاف کیلئے دربدر ہے ۔موجودہ نظام انصاف کے حوالے سے مجرموں کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ دولت اور اثر ورسوخ کے ذریعے قطعی سزا سے بچ جائیں گے اس لئے جرم کا گراف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔اسلام وہ واحد ضابطہ حیات ہے جس نے عورت کو سب سے زیادہ عزت اور اہمیت دی ہے ۔قرآن کی دو سورۃ مبارکہ سورۃ النساء اور سورۃ مریم عورت کے نام پر ہیں۔اسلام میں عورت کو وہ حقوق عطا کئے ہیں جو کسی اور تہذیب اور مذہب نے نہیں دیئے ۔اسلام نے خاتون کو ماں،بہن،بیٹی،بیوی نیز ہر رشتے کے حوالے سے تحفظ اور وقار سے نوازا ہے ۔ماں کے رشتے کو وہ عزت وتوقیر دی گئی ہے کہ اس سے قبل کسی الہامی یا غیر الہامی مذہب میں اس کا تصور تک نہ تھا۔اللہ نے اپنی بیش قدر نعمت جنت کو ایک عورت (ماں) کے پاؤں کے نیچے رکھ دیا ،یعنی ماں کی خدمت کے بدلے میں اللہ رب العزت جنت عطا فرماتا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے یہاں پر اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ خواتین اپنی عزت وتکریم کی حفاظت کیلئے قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں۔بہترین تعلیم وتربیت اور اخلاق کے ساتھ سوسائٹی میں اپنا کردار ادا کریں۔اسلام نے حجاب کے حوالے سے جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں ان پر عمل پیرا ہونے میں عورت کا دائمی تحفظ اور وقار ہے۔آزادی اظہار کے نام پر ایسا رویہ اور اسلوب اختیار نہیں کرنا چاہیے جو انسانی اخلاقیات کے مروجہ ضوابط واقدار کے خلاف ہو۔

فکرِ شیخ الاسلام

فلسفۂ صبر قرآن و سنت کی روشنی میں

دین و دنیا کی کامیابی کا راز صبر و استقامت میں ہے

بے صبر ہونے سے سفر کٹتا ہے اور نہ منزل ملتی ہے

خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ (الطور، ۵۲: ۴۸)

اے حبیب ﷺ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر کیا کیجیے۔

صبر ایک ڈھال بھی ہے۔

بے صبر ہونے سے سفر کٹتا اور نہ منزل ملتی ہے۔ جب منزل تک پہنچنا ہے تو پہلی تلقین صبر ہے اس لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَo (البقرہ، ۲: ۱۵۳)

یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہےo

مزید فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِط (البقرہ، ۲: ۱۵۳)

اے ایمان والوں صبر کے ذریعے مدد چاہو اور نماز کے ذریعے مدد چاہو۔

ہر صبر کے لیے ایک تصور ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی بچہ فیل ہو جائے تو والدین کہتے ہیں کہ صبر کرو۔ اس صبر کے لیے تصور کیا ہے؟ کہ اگر اس مرتبہ رہ گئے ہو تو تصور یہ کر کے زیادہ محنت کرو کہ اگلی بار اپنی پوری کلاس میں فرسٹ آجاؤ گے اس تصور سے بچے کو صبر آجاتا ہے۔

اگر کسی کا جوان بیٹا فوت ہو جائے لوگ کہتے ہیں۔ صبر کر اس صبر میں تصور کیا ہے؟ کہ وہ اس بات کو دھیان میں لائے کہ یہ مال اللہ کا تھا اسی نے دیا اسی نے لے لیا۔

تصور اور دھیان صبر کی قوت بنتا ہے اس سے انسان کو صبر ملتا ہے۔ تو حضور ﷺ کو جب حکم ہوا کہ میرے حبیب ﷺ صبر کیجیے۔ عرض کیا مولا! کس تصور سے طاقت اور قوت پاؤں کہ پتھر بھی برستے رہیں اور صبر بھی جاری رہے اور تین تین سال کی قید بھی شعب ابی طالب میں ہو اور پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور طائف کے بازاروں میں جسد پاک لہولہان بھی ہوتا رہے اور صبر رہے۔ فرمایا تصور یہ کہ

فَاِنَّكَ بِاَعۡیُنِنَا (الطور، ۵۲: ۴۸)

ہم ہر وقت تمہیں تکتے رہتے ہیں۔ تم ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہو۔

الَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُo (الشعراء، ۲۶: ۲۱۸)

جو آپ کو (رات کی تنہائیوں میں بھی) دیکھتا ہے جب آپ (نمازِ تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیںo

حتی کہ

وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَo (الشعراء، ۲۶: ۲۱۹)

اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہےo

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عبداللہ تک جن سجدہ گزاروں کی پشتوں سے تیرا نور منتقل ہوتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔ ہر ایک کی پشت کو دیکھتا رہا ہوں یہ وہ تصور ہے کہ

لوگ پتھر مارتے ہیں تو حبیب ان پتھروں کا دھیان نہ کر۔ میں ہر وقت میں تمہیں تکتے رہتا ہوں اس کا دھیان کر۔ ایک ایسا عجیب پر کیف دھیان دے دیا کہ اگر وہ دھیان آجائے تو پھر پتھر بھی یاد نہیں آتے، پھر دشمنوں کے طعنے بھی بھول جاتے ہیں۔ اس سے تربیت کا سبق ہمیں یہ ملا کہ ہر حال میں صبر کریں۔ اسی کی طرف رجحان ہو۔

اس کے بعد تیسرا ضابطہ پھر فرمایا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (الطور. ۵۲: ۴۸)

''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہ۔''

جتنا زیادہ اللہ اللہ کرو گے غم اتنے کم ہو جائیں گے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo (الرعد،۱۳: ۲۸)

جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہےo

''حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بقدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، ج:۴، ص:۲۰۶۷، رقم:۲۶۷۵)

تو بندہ جتنی اللہ کی تعریف کرتا ہے۔ اللہ بھی اس بندے کو اتنا محمود اور ممدوح کر دیتا ہے۔

چوتھا ضابطہ یہ ہوا، کہ ہر وقت انسان کو اللہ کا حامد بن کر رہنا چاہیے کیونکہ پہلا کلمہ ہی اللہ پاک نے بسم اللہ کے بعد حمد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. (البقرہ، ۱: ۱)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں

حمد سے تو قرآن شروع ہو رہا ہے۔ لہذا بندے کے لئے حمد کے دروازے سے بہتر کوئی دروازہ نہیں۔

حِيْنَ تَقُوْمُ (الطور، ۵۲: ۴۸)

فرمایا کہ اللہ کی تسبیح کر۔

کثرت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنی چاہیے، اللہ کو دو چیزیں بڑی پسند ہیں، اللہ کے حضور بندے کا قیام کرنا اور سجدہ کرنا۔ اور قیام کیا ہے کہ بندہ سراپا نیاز بن کر اللہ کے دروازے پر کھڑا ہے اور سجدہ کیا ہے، سراپا عجز بن کر اپنے ماتھے، اپنی ناک ہر شے کو زمیں پر گرا دے۔ یہ دو حالتیں اللہ کو بڑی پسند ہیں۔

مزید چار چیزیں اپنے اندر پیدا کریں۔

۱۔عشقِ رسول ﷺ:

سب سے پہلی اپنے اندر عشق رسول ﷺ کو لازم کر لیں۔ عشق رسول ﷺ کی حرارت سینوں میں پیدا ہو جائے۔

۲۔ قیام اللیل:

دوسری چیز اپنے اوپر لازم کر لیں۔ قیام اللیل رات کا اٹھنا۔ جب تک ہم رات میں اٹھنے والے نہیں بنے گے، تب تک ہم دل جیتنے والے نہیں بن سکتے۔ جن کی رات اچھی ہو جائے گی، ان کے دن سنور جائیں گے۔ جتنی دیر کے لیے بھی اٹھیں۔ اللہ کے دروازے پر ضرور دستک دیں۔ رات کو اٹھ کر اس وقت دستک دینے والے کم ہوتے ہیں۔ اس وقت جھولی میں خیرات زیادہ ملتی ہے۔

۳۔تلاوت قرآن:

تیسری چیز تلاوت قرآن۔ قرآن مجید سے محبت کریں۔ ہر جوان سفر میں ہو، حضر میں ہو، اس کا کوئی دن تلاوت قرآن سے خالی نہ گزرے، حتی کی سفر میں بھی جائیں، تو ایک قرآن مجید سفر حضر میں ساتھ لے جائیں۔ قرآن مجید ایک نور کا چشمہ ہے جو جتنا اس سے تعلق پیدا کرتا ہے، اس کو اسی قدر نور میں سے حصہ مل جاتا ہے۔

۴۔انقلابی کردار:

چوتھی چیز انقلابی کردار پیدا کریں۔ کسی کے سامنے

جھکنے والے، بکنے والے، باطل سے سمجھوتا کرنے والے نہ بنیں، آپ کی زندگی، رہن سہن، گفتگو، سوچ وفکر، قول اور عمل سے انقلاب کی بو آنی چاہیے۔

فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ o (الطور، ۵۲: ۴۹)

اور جب ستارے ڈوب جائیں اس وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو۔ رات کا وقت بھی، فجر کا وقت بھی، دونوں وقت خاص اللہ کے ذکر کے لئے ہیں۔

اب ان ستاروں کے ذکر کے ساتھ اللہ پاک نے بہت ہی پیارے ستارے کا ذکر فرمایا۔

سارے ستارے آسمان نبوت پر چمکے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔ یہ سارے آسمان نبوت کے ستارے تھے۔ کئی ستارے چمکے اور ہر ستارہ نبوت اور ہر ستارہ رسالت اپنے اپنے زمانوں میں آسمان بلندی پر چمکتا رہا۔ جب سارے ستارے غروب ہوگئے تو نور محمدی ﷺ چمک اٹھا۔

اب وہ چمکتا ہی رہے گا۔ اس کا غروب نہیں ہے۔ کیوں کہ جو صبح چمکتا ہے وہ پھر ہمیشہ چمکتا رہے گا۔ اس میں ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ والنجم سے مراد قلب مصطفیٰ ﷺ ہے۔

قسم ہے اے پیارے محمد ﷺ! آپ کے دل کی، کہ جب وہ ساری مخلوق سے کٹ گیا اور صرف خالق سے جڑ گیا۔ اس میں ایک نقطہ ہے جو دل ہر ایک سے کٹ کر اللہ سے جڑ جائے۔ اللہ اس کو نجم بنا دیتا ہے۔ وہ ستاروں کی طرح چمکنے لگتا ہے۔ اگرچہ دل میں روشنی نہیں مگر جو صرف اللہ کی چاہت میں اللہ کے ساتھ جڑ جائے تو اس دل میں روشنی اور نور آتا ہے۔ پس دل کا تعلق اللہ سے اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ پھر کوئی اور شے دل کا دھیان اللہ کی طرف سے ہٹا نہ سکے۔

بیدارِ قلب:

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (النور، ۲۴: ۳۷)

(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے۔

تربیتی نقطہ یہ ہوا کہ دل اسی وقت چمکتا ہے۔ جن وہ دنیا کی تاریکیوں سے کٹتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ. (النور، ۲۴: ۳۵)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ (نبوت روشن) ہے؛ (وہ) چراغ، فانوس (قلبِ محمدی) میں رکھا ہے۔ (یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پرتو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى o (النجم، ۵۳: ۲)

حضور علیہ السلام کی ذات اقدس طرف اشارہ ہے۔ نہ وہ بہکے، نہ وہ بے راہ ہوئے۔ لوگو جب راہ حق تمہیں نصیب ہو جائے تو پھر دائیں بائیں بھٹکو نہیں، استقامت کے ساتھ اسی پر چلتے رہو۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا. (السجدہ، ۴۱: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم ہوگئے۔

جب اللہ کی معرفت نصیب ہوجائے اور ہر سمت سے آنکھیں بند کر کے اپنی منزل کی طرف چلتے جاؤ استقامت رکھو۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى o (النجم، ۵۳: ۳)

اس آیت سے ترک ھوی کا ضابطہ ملا۔ بندہِ خدا بنو اور بندہِ خدا وہی بنے گا، جو ترکِ ھوی کرے۔

وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى o فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى o (النازعات، ۷۹: ۴۰. ۴۱)

جس شخص نے اپنی خواہش نفس چھوڑ دی۔ جس شخص نے اپنے نفس کو معبود نہ بنایا۔ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا۔

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ. (الجاثیہ، ۴۵: ۲۳)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔

جس شخص نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔ وہ بے شک کھڑا مسجد میں ہو، مگر سجدہ اس کا نفس کی خواہش کو ہے۔ فرمایا کہ تم اللہ کے بندے اس وقت تک نہیں ہو سکتے اور اس کی عنایات الہیہ کے محل نہیں بن سکتے۔ جب تک حرص و ہوا کی لذت نہ چھوڑ دو۔ قرب الٰہی کا مزہ چاہتے ہو، دل کی خواہشوں کی پوجا چھوڑ دو۔

ہم دین میں وہی بات مانتے ہیں جو دل چاہتا ہے۔

اس رسول کا عالم یہ ہے۔ کہ آپ ﷺ کی زبان بھی خواہش نفس سے نہیں ہلتی۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی (النجم، ۵۳: ۴)

مزید فرمایا:

عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیo (النجم، ۵۳: ۴)

ان کو سکھایا زبردست قوت والے نے۔

اس سے سبق ملا کہ تعلیم پہ زور دینا چاہیے۔ہم سیکھنا چاہتے نہیں۔ کہتے ہیں یہ کون ہے سیکھانے والا یہ تو ہم سب کچھ جانتے ہیں۔

ذُوْمِرَّۃٍط فَاسْتَوٰیo (النجم، ۵۳: ۶)

اس زور آور نے تعلیم فرمائی قصد اور ارادہ اونچا ہونا چاہیے ۔انسان اپنے ارادوں میں اونچا جائے نیچے نہ جائے پھر سفر کا مزہ ہے ۔

وَ ھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰیo (النجم، ۵۳: ۷)

اور وہ افق اعلی پر تھے۔یعنی قلب کا حال یہ ہو کہ وہ ہر وقت افق اعلی پر رہے، وہ افق اعلی جہاں ہر گھڑی تجلیات الٰہی ہوتی ہیں۔ دل تو بڑی اعلی چیز تھی۔ بڑا مقدس حال دل کو ملنا چاہیے ۔دل جتنا پاک ہوگا زندگی اتنی پاک ہو جائے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ تمہارے اندر ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ اچھا ہوجائے تو سارا جسم اچھا ہوجائے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگاڑ کا شکار ہوجائے اور تمہیں معلوم ہے وہ کیا ہے۔فرمایا: وہ قلب ہے۔''

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیo (النجم، ۵۳: ۸)(النجم، ۵۳: ۸)

پھر وہ قریب ہوااور پھر وہ اور قریب ہوا۔ اس آیت کریمہ سے جو سبق ملا وہ یہ کہ ہر وقت انسان قرب الٰہی کا طالب رہے ۔جو عمل اللہ کے قریب کرے وہ کیا جائے۔ جو اللہ سے دور کرے اس سے بچا جائے۔

اور یاد رکھ لیں کیونکہ اللہ کا قرب نعمت ہے اور قرب سے محرومی بہت بڑی سزا ہے۔ اس سزا سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

ہر وقت انتظار رہیں کہ کب وہ وقت آئے گا کہ تجھ سے ملاقات ہو گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کی ملاقات کا طالب رہتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات کا طالب رہتا ہے۔

عبدیت کا ضابطہ یہ ہے کہ جہاں بھی جاؤ، جتنے اونچے ہو جاؤ،عبدیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

عبدیت کی شان بڑی اونچی شان ہے۔ جس کی عبدیت اونچی ہے، اسی کی محبوبیت اونچی ہے۔ عبدیت سے محبوبیت ملتی ہے۔ یہ عبدیت ہی تو تھی جو پاؤں سوجھا دیتی تھی۔

ساری رات کھڑے رہتے آقا ﷺ تلاوت کرتے، قیام کرتے، قدمین شریفین متورم ہو جاتے، پاؤں مبارک سوجھ جاتے،صحابہ عرض کرتے حضور ﷺ آپ کے تو گناہ نہیں۔ اللہ نے معاف کر دیئے۔ آپ ساری رات کیوں کھڑے رہتے ہیں؟ فرمایا: میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ج:ص:۸۰۳۰ رقم:۴۵۵۶

اس نقطے کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ خواہ تنظیمی، تحریکی، عملی زندگی ہو، جہاں بھی رہیں، ہمیشہ عبد بن کر رہیں، معبود بننے کی کوشش نہ کریں۔ کبریائی اللہ کی شان ہے بندے کی شان نہیں۔ بندے کی شان عاجزی ہے، اللہ کی شان کبریائی ہے ۔

☆☆☆☆☆

فرد کی تربیت میں تعلیم کی اہمیت

امام غزالیؒ نے فرمایا تعلیم معرفتِ حق اور حقیقت تک رسائی کا ذریعہ ہے

عمرانی زندگی کی بنیاد غور وفکر اور غور وفکر کی بنیاد علم ہے: ابن خلدون

علم سے ذہنی فکری جمود ٹوٹتا ہے: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

ڈاکٹر فرخ سہیل

تعلیم عربی کا لفظ ہے جس کا مفہوم ہے جاننا، آگاہی اور کسی بات سے آگاہی اور واقفیت حاصل کرنا۔ اصطلاح میں علم سے مراد ہے کسی شے کی حقیقت کا ادراک حاصل کرنا۔ ایک ماہر تعلیم کے مطابق تعلیم کا لغوی مفہوم یت سکھانا، بتانا اور تربیت کرنا۔ تعلیم کی مختلف تعریفات درج ذیل ہیں:

i- امام غزالی کے مطابق: تعلیم معرفت حق اور حقیقت تک رسائی کا ذریعہ ہے جیسا کہ وہ احیائے علوم الدین میں لکھتے ہیں کہ

"نبوت کے بعد اشرف و افضل کام لوگوں کو تعلیم دینا" ان کے نفوس کو مہلک عادتوں اور خصلتوں سے بچانا، عمدہ اخلاق اور سعادت کی راہ بتلانا ہے اور تعلیم سے بھی یہی مراد ہے۔"

ii- ابن خلدون کے مطابق: "عمرانی زندگی کی بنیاد غور وفکر اوغور وفکر کی بنیاد علم ہے۔ انسان فطری طور پر تعلیم کی طرف رغبت اور میلان رکھتا ہے اس لیے یہ اس کا فطری حق ہے۔

iii- شاہ ولی اللہ کے مطابق: علم وہ ذریعہ ہے جس سے غور وفکر کی عادت پختہ ہوتی اور ذہنی جمود ٹوٹتا ہے۔ علم انسان کو اس کے نفس کا عرفان عطا کرتا اور اندھی تقلید سے بچا کر عملی زندگی کے لیے اپنی راہ آپ تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور علم سے مسلمانوں میں اسلامی روح بیدار ہوتی ہے۔

iv- علامہ اقبال: علم کے متعلق لکھتے ہیں کہ علم سے میری مراد وہ علم ہے جن کا دارومدار حواس پر ہے۔ عام طور پر علم کا لفظ انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے۔ اگر یہ دین کے تحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ علم کو مسلمان کرے لہذا مسلم نقطہ نظر کے مطابق تعلیم کا حصول ہر شخص کا نہ صرف بنیادی حق ہے بلکہ یہ اس کا مذہبی فریضہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے مطابق زندگی صرف اس فانی دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ اصل اور لافانی آغاز تو مرنے کے بعد شروع ہوتا ہے چنانچہ فکر اسلامی کے مطابق فانی اور لافانی دونوں ہی تعلیم کے اصل ہدف ہیں۔ اس لیے قرآن حکیم اور نبی خاتم ﷺ نے بھی تعلیم کو انسان کی دنیوی اور دینی زندگی کا اصل مقصد قرار دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ ۔ (العلق،۹۶:۱)

"اپنے رب کے نام سے پڑھ۔"

اس کے علاوہ پروردگار نے فرمایا: کیا صاحب علم اور علم نہ رکھنے والے برابر ہوسکتے ہیں۔ نبی رحمت کو پروردگار نے علم حاصل کرنے کی دعا سکھائی کہ وقل رب زدنی علما اور کہہ کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس کے علاوہ نبی خاتم النبیینﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد.

''کہ علم حاصل کرو جھولے سے لے کر اپنی لحد تک''۔

اس کے علاوہ فرمایا کہ:

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة.

''کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

اس احادیث مبارکہ میں حضور نبی اکرمﷺ نے ہر مسلمان پر علم کے حصول کو فرض قرار دیا چنانچہ اسلامی تعلیمات کے مطابق تعلم و تعلیم ہر مسلمان پر لازم کیونکہ تعلیم فطرت انسانی کی تراش خراش اور تہذیب کے لیے ضروری ہے جس کی طرف قرآن میں بھی ہمیں راہنمائی دیتا ہے اور پروردگار نے مسلمانوں کے لیے لازم قرار دیا کہ وہ اپنے فرض منصبی کو پہچان لیں کہ

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ. (الصف، ۶۱:۹)

''یعنی اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کردے۔خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

شاہ ولی اللہ کے مطابق: علم وہ ذریعہ ہے جس سے غور وفکر کی عادت پختہ ہوتی اور ذہنی جمود ٹوٹتا ہے۔ علم انسان کو اس کے نفس کا عرفان عطا کرتا اور اندھی تقلید سے بچا کر عملی زندگی کے لیے اپنی راہ آپ تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور علم سے مسلمانوں میں اسلامی روح بیدار ہوتی ہے

''نبوت کے بعد اشرف و افضل کام لوگوں کو تعلیم دینا، ان کے نفوس کو مہلک عادتوں اور خصلتوں سے بچانا، عمدہ اخلاق اور سعادت کی راہ بتلانا ہے۔''

اسی آیت کے پیش نظر مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی میں کسی بھی قسم کی باطل سوچ، جہالت کو رکاوٹ نہ بنائیں بلکہ اپنے اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے دن رات کوشش جاری رکھیں کیونکہ علم ہی انسان کی روحانی اور جسمانی تربیت کرتا ہے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان نہ صرف اپنی ذات کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعلیمی کامیابی حاصل کس طرح کی جائے۔جس کی بناء پر انسان اپنے کردار وعمل اور قول وفعل کو سنوار سکے۔لہذا تعلیمی کامیابی کے حصول کے لیے سب سے اہم یہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کسی اچھے تعلیمی ادارے کا انتخاب کیا جائے۔ جہاں معلم صرف کتابی علم پر ہی توجہ نہ دے بلکہ اس کا کردار بھی طلبہ کے لیے باعث تقلید ہو۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے تعلیمی مقصد کا تعین کرتے ہوئے حصول علم کے لیے سینہ سپر ہوجائے۔

تعلیم کے حصول میں اساتذہ کی کاوشوں کے ساتھ والدین کا ذمہ داریوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ ماں کی گود تو بچے کی اولین درسگاہ قرار پائی ہے۔ اولاد کی تعلیمی کارکردگی میں والدین کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ لہذا اگر والدین بچے کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کرتے رہیں تو وہ نہ صرف اپنی ذات میں بہترین انسان بنتے ہیں بلکہ ملک وقوم کے لیے بھی بہترین اور قیمتی سرمایہ ثابت ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

امن و امان، سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

مذہبی، روحانی اقدار تنزل کا شکار کیوں؟

اسلام کے فکری، تعلیمی، تربیتی ادارے جمود کا شکار ہیں

سیرتِ محمدی ﷺ کا ہر پہلو اعتدال اور شفقت و محبت کا آئینہ دار ہے

سعدیہ کریم

اسلام امن و امان، انسانیت کے احترام اور معاشرتی عدل و انصاف کا دین ہے۔ اس کے ماننے والے حیوانات اور نباتات کی فلاح و بہبود کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کا ہر ہر حرف اور لفظ انسانیت سے شفقت و محبت اور الفت کا آئینہ دار ہے۔ شرک کے بعد جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے وہ ظلم ہے۔ ظلم چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی، کسی فرد پر کیا جائے یا کسی جماعت پر، افعال کی شکل میں ہو یا اقوال کی شکل میں افکار و نظریات کی صورت میں ہو یا ان کے نفاذ و تطبیق کی صورت میں ہر نوعیت اور سطح کے ظلم کو اسلام ناپسندیدہ قرار دیتا ہے جبکہ امن و آشتی اور شفقت و محبت کو اسلام نے معاشرے کے لیے آب شفاء قرار دیا ہے۔

دین اسلام کا حلقہ افکار ایسا تنگ نہیں ہے جو انسانی فطرت کو ظلم کا خوگر اور عادی بنا دے بلکہ اس کی وسعت و کشادگی اپنے ماننے والوں کو ناقہ شاید رحمت کا حدی خواں بنا کر انہیں ترقی و سربلندی کی طرف مائل کرتی ہے لیکن موجودہ دور میں عالم اسلام نہایت ہی دلخراش اور کرب ناک منظر نامہ پیش کر رہا ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کی کم عقلی اور کوتاہ نظری نے انہیں زیاں کار اور سود فراموشی کا مریض بنا دیا ہے۔ وہ فکر فردا سے غافل ہیں اور باہمی خون ریزی اور فتنہ و فساد کی دلدل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ساری خرابی زاویہ نگاہ کی ہے۔ کبھی ہم خود حقائق کا سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور کبھی حقائق ہمیں دھوکا دے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روح سے عدم آشنائی اور ناواقفیت عدم برداشت کے رویوں کا سبب بن رہی ہے اور فکری بانجھ پن کا شکار لوگ اسلامی تعلیمات کی من مانی تشریحات سے نوجوانوں کو جنت کے خواب دکھا کر انہیں غیر معمولی جوش و خروش سے ظلم و دشمنی اور آگ و خون کی وادیوں کے مسافر بنا رہے ہیں۔ ہر طرف نفسا نفسی سرکشی اور پریشانیاں ہیں۔ اس بیابان کی اندھیری رات میں قندیل ربانی صرف قرآن و سنت کی تعلیمات ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں مذہبی اور روحانی اقدار تنزل کا شکار ہیں۔ اسلامی عقائد و اعمال محض فرسودہ رسم و رواج میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اسلام کی حتمی اور قطعی نتیجہ خیزی کا تعین کمزور پڑ چکا ہے۔ معاشرے میں اسلامی و ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی بجائے مادیت پرستی عام ہو چکی ہے۔ دین معاشرتی اور سماجی زندگی سے کٹ چکا ہے۔ اسلامی وحدت کا شیرازہ، جغرافیائی، نسلی، لسانی، طبقاتی گروہی اور فرقہ وارانہ وفاداریوں کے باعث بکھر چکا ہے۔ اسلام کے مذہبی، سیاسی، معاشرتی، عمرانی، ثقافتی اور تعلیمی ادارے مکمل طور پر جمود کا شکار ہیں۔ ہر طرف ظلم و بربریت، قتل و غارت گری اور جنسی سفاکیت کا بازار گرم ہے۔ مادیت پرستی نے مسلمانوں کے عقل و شعور کو جکڑا ہوا ہے۔ تمام ادارے کرپشن لوٹ مار اور مفاد

پرستی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں سیرت طیبہ کا مطالعہ اور اس پر عمل کرنا ناگزیر ہو چکا ہے کیونکہ امت مسلمہ جس بگاڑ اور انتشار کا شکار ہے اس کا حل سیرت طیبہ ﷺ کی اتباع اور پیروی میں مضمر ہے۔

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں معاشرتی و سماجی مسائل کا حل:

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہی تھی۔ ملک عرب بہت سے خود مختار قبیلوں میں منقسم تھا۔ طاقت ور صرف دو سلطنتیں تھیں۔ روم اور فارس ان کا طاقتی نظام بھی بری طرح متاثر ہو چکا تھا اور عالمی امن قائم نہیں رہ سکا تھا۔ آپ ﷺ نے 23 سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کرکے دکھایا جو قیامت تک قابل تقلید رہے گا۔ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کی رہنمائی کے لیے ایک ورلڈ آرڈر جاری کردیا جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجۃ الوداع میں کیا گیا۔

انسانی حقوق کا پہلا چارٹر:

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو عالم انسانیت کے لیے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر اور نیا عالمی مقام تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

" اور دیکھو اللہ تعالٰی نے زمین اور آسمان کو جس حالت پر پیدا فرمایا تھا زمانہ اپنے حالات و واقعات کا دائرہ مکمل کرنے کے بعد پھر اس مقام پر دوبارہ آ گیا ہے۔"

گویا آپ ﷺ نے یہ اعلان کردیا تھا کہ نظام عالم کا ایک دور ختم ہو چکا ہے اور دوسرے کا آغاز ہونے جا رہا ہے اور میں دنیائے انسانیت کو اس دور کے آغاز پر ایک نیا عالمی نظام دے رہا ہوں۔

نئے عالمی نظام کے اصول وضوابط:

آپ ﷺ نے امن و امان کے نفاذ اور معاشرتی زندگی میں اعتماد کو بحال کرنے کے لیے جو نیا عالمی نظام متعارف کروایا اس کے چند چند درخشاں پہلو درج ذیل ہیں:

ا۔ سابقہ جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کی منسوخی:

آپ ﷺ نے فرمایا: دور جاہلیت کا سارا ظالمانہ استحصالی نظام میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ آج سے زمانہ جاہلیت کے سارے خون (دیت و قصاص) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور تمام سودی لین دین بھی ختم کیے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ان اعلانات سے واضح ہورہا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع ہی فی الحقیقت نیو ورلڈ آرڈر یا نیا عالمی نظام ہے۔ اس نظام کے نفاذ سے ہی معاشرے میں امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ عالمی امن کا قیام:

اس نئے نظام کا سب سے پہلا اور اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام، ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ و جدال میں مصروف رہتے تھے لامتناہی جنگوں کے سلسلے تھے جو پشت در پشت چلے آرہے تھے۔ انسانی خون بہت سستا ہو چکا تھا۔ معمولی باتوں پر نسلوں کی نسلیں ذبح کردی جاتی تھیں ان خوف ناک حالات میں آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

"اے بنی نوع انسان! بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کردی گئی ہیں جس طرح آج کا دن، آج کا مہینہ اور شہر حرمت والے ہیں۔ اسی طرح تم سب کے جان و مال بھی ایک دوسرے کے لیے حرمت والے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! میرے بعد پلٹ کر دوبارہ گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔"

آپ کے اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرتی امن و امان کو قائم کرنے کے لیے جو اصول وضوابط دیئے جو قیامت تک قابل عمل ہیں ان کو اپنا کر

ہی معاشرے میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ عالمی انسانی مساوات کا قیام:

رسول اکرم ﷺ نے انسانی طبقوں، نسلوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعووں کو ختم کردیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرماتے ہوئے باہمی فضیلت کا عادلانہ اصول بھی عطا فرمادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام بنی نوع انسان، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے جھوٹے دعوے، جان اور مال کے سارے مطالبے اور جاہلیت کے سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جاچکے ہیں۔ اے لوگو! سب کا رب ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے مگر تم سب میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری حاصل ہے۔ ساری برتریاں کردار اور عمل پر مبنی ہیں۔''

مساوات انسانی کے اس اصول پر آپ ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آج ہمیں اپنے معاشرے میں بگڑی ہوئی امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے اس نبوی ﷺ اصول کو اپنانا ہوگا۔

۴۔ معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ:

معاشرے کے مجموعی امن کو بحال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر سطح پر معاشی اور اقتصادی استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ نے اس استحصالی خاتمہ کے لیے بھی قانون عطا فرمادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک آج سے ہر قسم کا سود اور سارا سودی نظام منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو ورنہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

اگر اس اصول کو تمام اسلامی مملکتوں میں نافذ کردیا جائے تو معاشرے میں معاشی اور اقتصادی استحصال مکمل طور پر ختم کیا جاسکتا ہے۔ نتیجتاً اس سے پیدا ہونے والے بگاڑ کا علاج ممکن ہے۔

۵۔ عورتوں کے بنیادی حقوق:

معاشرے میں امن و امان کے بگاڑ کی ایک اہم اور بنیادی وجہ عورتوں کے بنیادی حقوق کی عدم فراہمی بھی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ میں سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرمادیا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کردی۔

زیردست اور افلاس زدہ انسانیت کے حقوق کا تحفظ:

غربت، بھوک اور افلاس معاشرے کا وہ ناسور ہے جو معاشرے کے امن و امان کی مجموعی صورتحال کا بگاڑ کردیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لیے یہ عطا فرمایا کہ غلاموں اور ملازموں کے حقوق کا تحفظ بھی یقینی بنایا جائے۔

خلاصہ کلام:

انسان کے معاشرتی، معاشی، مسائل، اخلاقی، سیاسی اور مذہبی مسائل کا حل سیرت طیبہ میں موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی معاشروں میں سیرت طیبہ کی اتباع کو لازمی قرار دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل عطا فرمادیا اور ایسا مکمل سماجی اور سیاسی نظام عطا فرمایا کہ جو قیامت تک آنے والے تمام معاشروں کے لیے امن و امان کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ آج بھی اگر اس نظام کو رائج کردیا جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے کیونکہ اس نظام میں اخوت، مساوات، عدل اور انصاف پر مبنی ہے ان اصول وضوابط کے نفاذ سے ایک ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جس میں خیر، تعمیر و ارتقاء اور عدل کا دور دورہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

جمہوریت اور عوامی بالادستی

موجودہ جمہوریت چند درجن افراد کی اجارہ داری کا نظام ہے

سر ونسٹن چرچل نے کہا کہ موجودہ جمہوریت بدترین نظام ہے مگر ماضی میں آزمائے جانے والے نظاموں سے بہتر ہے

سمیّہ اسلام

جمہوریت اور عوامی بالادستی لازم و ملزوم ہیں۔انسانی عقل و خرد سے آج تک جو جو نظام ہائے حکومت مرتب ہوتے رہے ہیں ان میں عالمی سطح پر تا حال جمہوریت کو ہی بہتر تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کے عملی مظاہر بآسانی مہذب دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں۔جمہوریت کوئی دورِ جدید کی اصطلاح یا متعارف کردہ نظام نہیں بلکہ یہ صدیوں پہلے بھی کسی نہ کسی شکل میں مروج رہا ہے۔جس کے نشان ہند میں 600 سال قبل از مسیح اور 400 قبل مسیح میں موجود تھے۔ پھر یونان میں بھی 500 قبل مسیح میں بھی کونسل اور اسمبلی کا تصور ملتا ہے۔ اس کی چند مثالوں میں ہندوستان میں پنچایت، جرمن قبائلی نظام، تھوتھا سسٹم آئیرلینڈ اور دیگر شامل کیے جا سکتے ہیں۔گویا نظریات یک لخت زمین پھاڑ کر نمودار نہیں ہوتے بلکہ یہ صدیوں کا سفر طے کرکے نمو پاتے ہیں۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس تصور کا دوبارہ احیاء ہوا۔ اس وقت جمہوریت نے ایک منضبط شکل اختیار کی اور وہ جمہوریت وجود میں آئی جو آج موجود ہے۔ اسے لبرل ڈیموکریسی اور اردو میں "آزاد خیال جمہوریت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن مفکرین نے جمہوریت کی صورت گری کی اور جن کو آزاد خیال جمہوریت کا بانی سمجھا جاتا ہے وہ والٹیئر ، مونٹیسکو اور روسو ہیں۔ یہ تینوں فرانس کے فلسفی ہیں، انہی کے افکار ونظریات کے ذریعہ جمہوریت وجود پزیر ہوئی۔مشہور انقلاب فرانس کے بعد، جو یورپ میں حریت و جمہوریت کے مذبح کی سب سے بڑی اور آخری قربانی تھی، موجودہ جمہوریت کا وجودعمل میں آیا۔ تاریخ انقلاب تمدن کے مصنف اور مشہور موئرخ حال کا یہی خیال ہے۔

جمہوریت کی تعریف:

جمہوریت کا لفظ در حقیقت انگریزی لفظ "democracy" کا ترجمہ ہے اور انگریزی میں یہ لفظ یونانی زبان سے منتقل ہوکر آیا ہے۔ یونانی زبان میں demo عوام کو اور cracy حاکمیت کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا ترجمہ دیمقراطیہ کیا گیا ہے۔ جمہوریت کی اصطلاحی تعریف بایں الفاظ

اقوام متحدہ جمہوریت کی تعریف یوں کرتی ہے کہ یہ خود میں ایک منزل نہیں بلکہ مسلسل سفر کا نام ہے جو افراد اور اقوام کو معاشی اور سماجی ترقی کی راہ پر لے جاتا ہے، اور بنیادی حقوق اور آزادیوں کا احترام سکھاتا ہے۔

جمہوری نظام حکومت میں عوام کے دلوں میں نظام ریاست کا احترام پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں نظام حکومت خود عوام یا عوام کے نمائندوں کے ذریعے پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ مگر یہ جذبہ صرف اس وقت کارفرما ہوتا ہے جب عوام کی صحیح نمائندگی ہو اور اراکین مملکت کا انتخاب درست اور شفاف ہو۔

کی گئی ہے" : حکومت کی ایک ایسی حالت جس میں عوام کا منتخب شدہ نمائندہ حکومت چلانے کا اہل ہوتا ہے"۔ یونانی مفکر ہیروڈوٹس نے جمہوریت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ : "جمہوریت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرے کو حاصل ہوتے ہیں"۔

سابق امریکی صدر ابراہم لنکن کا قول ہے :
"goverment of the people,by the people,for the people" یعنی عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعہ اور عوام پر۔

جمہوریت کی جامع تعریف میں خود علمائے سیاست کا بڑا اختلاف ہے، لیکن بحیثیت مجموعی اس سے ایسا نظام حکومت مراد ہے جس میں عوام کی رائے کو کسی نا کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کے لیے بنیاد بنایا گیا ہو۔

اقوام متحدہ جمہوریت کی تعریف یوں کرتی ہے کہ یہ خود میں ایک منزل نہیں بلکہ مسلسل سفر کا نام ہے جو افراد اور اقوام کو معاشی اور سماجی ترقی کی راہ پر لے جاتا ہے، اور بنیادی حقوق اور آزادیوں کا احترام سکھاتا ہے۔

جمہوریت کی مختلف تعریفوں میں سے جو اس کا زیادہ احاطہ کرتی نظر آتی ہے وہ یونان کے مفکر ہیروڈوٹس کی بیان کردہ ہے کہ جمہوریت ایک ایسا نظامِ حکومت ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرے کو حاصل ہوتے ہیں اور اسی بات کو لنکن بالفاظِ دیگر بیان کرتا ہے کہ عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعے اور عوام پر گویا اس نظامِ حکومت کا مرکز ومحور ہی عوام ہیں۔ گویا کسی فرد یا ادارے کو عقلِ کُل یا مختارِ کُل نہیں سمجھا یا مانا جا سکتا۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جسے آسان الفاظ میں عوام کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ آمریت کے برخلاف اس طرز حکمرانی میں تمام فیصلے عوامی نمائندے کرتے ہیں۔ جمہوریت کی دو بڑی قسمیں ہیں :بلا واسطہ جمہوریت اور بالواسطہ جمہوریت۔ بلاواسطہ جمہوریت میں قوم کی مرضی کا اظہار براہ راست افراد کی رائے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کی جمہوریت صرف ایسی جگہ قائم ہوسکتی ہے جہاں ریاست کا رقبہ بہت محدود ہو اور ریاست کے عوام کا یکجا جمع ہو کر غور وفکر کرنا ممکن ہو۔ اس طرز کی جمہوریت قدیم یونان کی شہری مملکتوں میں موجود تھی اور موجودہ دور میں یہ طرز جمہوریت سوئٹزرلینڈ کے چند شہروں اور امریکا میں نیو انگلینڈ کی چند بلدیات تک محدود ہے۔

جدید وسیع مملکتوں میں تمام شہریوں کا ایک جگہ جمع ہونا اور اظہار رائے کرنا طبعاً ناممکنات میں سے ہے۔ پھر قانون کا کام اتنا طویل اور پیچیدہ ہوتا ہے کہ معمول کے مطابق تجارتی اور صنعتی زندگی قانون سازی کے جھگڑے میں پڑ کر جاری نہیں رہ سکتی۔ اس لیے جدید جمہوریت کی بنیاد نمائندگی پر رکھی گئی۔ چنانچہ ہر شخص کے مجلس قانون ساز میں حاضر ہونے کی بجائے رائے دہندگی کے ذریعے چند نمائندے منتخب کر لیے جاتے ہیں جو ووٹرز کی طرف سے ریاست کا کام کرتے ہیں۔ جمہوری نظام حکومت میں عوام کے دلوں میں نظام ریاست کا احترام پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں نظام حکومت خود عوام یا عوام کے نمائندوں کے ذریعے پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ مگر یہ جذبہ صرف اس وقت کارفرما ہوتا ہے جب عوام کی صحیح نمائندگی

ہو اور اراکین مملکت کا انتخاب درست اور شفاف ہو۔

جمہوری حکومت کا طریقۂ کار:

قانون سازی کا اختیار رکھنے والے ادارے کو مقنّنہ کہا جاتا ہے اور جمہوریت میں یہ اختیار پارلیمنٹ یا اسمبلی کو حاصل ہوتا ہے۔ قانون کے مطابق ملک کے نظم ونسق کا اختیار جس ادارہ کو حاصل ہوتا ہے اسے انتظامیہ یا عاملہ کہا جاتا ہے جس کا سربراہ صدارتی نظام میں صدر مملکت اور پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم ہوتا ہے۔ قانون کی تشریح اور تنازعات کا تصفیہ کرنے والے ادارہ کا نام "عدلیہ "ہے جو ملک کی عدالتوں کی شکل میں وجود میں آتا ہے۔ اسی وقت سے جمہوریت کا یہ نظام جاری ہے۔ 9 ستمبر 2013ء کے Borgen Magazine کے مطابق دنیا بھر میں جمہوری ممالک کی تعداد 123 ہے۔ چونکہ مطلق العنان حکومت میں تمام اختیارات ایک ہی شخص کے پاس ہوتے تھے، اس لیے مونٹیسکو نے اس کو لوگوں کے نقصان اور ظلم کا باعث قرار دیا اور یہ کہا کہ ریاست کے اختیارات تین قسم کے ہوتے ہیں لہذا تینوں اختیارات کسی ایک شخص یا ادارے میں مرتکز نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ تینوں ادارے ایک دوسرے سے آزاد اور خود مختار ہونے چاہئیں۔

جہاں نظام جمہوریت کو دنیا کے متعدد ممالک نے اپنا رکھا ہے اور اسے بہت پسند کیا جاتا ہے،وہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس نظام میں موجود مختلف نقائص کی نشاندہی کی ہے۔

خواہش امارت اوراسلام:

موجودہ جمہوریت میں سب سے عظیم نقص یہ ہے کہ اقتدار کے لیے چند افراد اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں جنگ و جدال، قتل و قتال یہ سب ہوتا ہے اس لیے اسلام نے امارت کی خواہش پر پابندی عائد

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جسے آسان الفاظ میں عوام کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ آمریت کے برخلاف اس طرز حکمرانی میں تمام فیصلے عوامی نمائندے کرتے ہیں۔

کردی اگر اسلام کے اس نہج کو اپنایا جائے تو اس سے لازماً دو فائدے ہوسکتے ہیں :اوّل یہ کہ انتخابی کش مکش اور باہمی تصادم سے نجات ملے گی۔ دوم یہ کہ جب کوئی امارت کا مدعی نہ ہوگا تو امت پر خوف یا لالچ کی فکر غالب نہ آئے گی اور صحیح خلیفہ متعین کرنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

حرف آخر:

درحقیقت جمہوریت سے مراد نظم معاشرت اور عوامی حکومت کی آڑ میں انسان کے فکر ونظر، تہذیب وتمدن کو عقیدے اور دین سے منقطع کرکے اسے ریگولر کی بجائے ملحد بنادینا ہے؛ تاکہ ایک ایسی عام تنظیم قائم ہوجائے جس کے پردے میں شاطرانِ زمانہ ساری دنیا پر اپنی آمریت قائم کرسکیں، جس نظام کا نصب العین اور نظریہ ایسا ہوگا، یقیناً نظام الٰہی کا اس سے تصادم اور ٹکراؤ معرکہ کی شکل میں ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ جمہوریت بدترین نظام حکومت ہے، لیکن ان نظاموں سے بہتر ہے جو اب تک آزمائے جا چکے ہیں۔ یہ الفاظ سر ونسٹن چرچل کے ہیں جو دوسری جنگ عظیم کے دوران اور اس کے بعد برطانوی وزیر اعظم رہے۔ تب سے آج تک اس قول میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جمہوریت کی اچھائیوں برائیوں کو پرکھنے کے بعد بھی دنیا میں سب سے مقبول نظام حکومت جمہوریت ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

نگہ بلند، سخن دلنواز جاں پرسوز۔۔یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

عظیم قومیں عظیم لیڈرشپ سے تشکیل پاتی ہیں

لیڈر قوم کا مصلح، استاد اور نجات دہندہ ہوتا ہے

پاکستان قائداعظم کی امانت و دیانت اور محنت شاقہ کا ثمر ہے

تحریم رفعت

کسی بھی قوم کی ترقی، خوشحالی اور روشن مستقبل کی ضمانت اعلیٰ تربیت یافتہ سیاسی قیادت ہوتی ہے جو قوم کے اجتماعی مقاصد کے حصول کیلئے مصائب و آلام سے لڑتے ہوئے نہ صرف اپنے حوصلے بلند رکھتی ہے بلکہ پوری قوم کی امیدوں کو بھی پروان چڑھانے کا عزم مصمم رکھتی ہے۔ معاشرے میں اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اشخاص ہی اوصاف حمیدہ سے مزین ہوتے ہیں جو قوموں کی رہبری کیلئے مخصوص ہوتے ہیں۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بیسویں صدی کے نامور مدبر اور بلند پایہ سیاست دان تھے۔ قائداعظم نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی اور خود مختاری کا نیا جذبہ اور ولولہ پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے زندگی کے ہر دور طوفان حوادث کے ہر ابتلا میں خیالات و جذبات کی ہر رو میں مسلم قائدین اور کانگریس کے ہندو ناخداؤں کے درمیان امتیازی حیثیت حاصل کرلی۔ قائداعظم محمد علی جناح کا مزاج بنیادی طور پر سیکولر اور قوم پرستانہ تھا۔ آپ دین اسلام پر کامل یقین رکھتے تھے اور پاکستان کو خلافت راشدہ کا عملی نمونہ بنا کر مسلمانوں کو آزاد وطن سونپنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ پاکستان کی بقاء، استحکام اور قومی یک جہتی کیلئے ہمہ تن جدوجہد میں رہے۔

قائداعظم کا فرمان ہے کہ ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے، اتنی ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

قائداعظم کی سیاسی بصیرت اور سیاسی تربیت میں برطانوی پارلیمنٹ کا کردار بھی رہا جن کے اجلاس کی کاروائی سننے اکثر جایا کرتے تھے اور اس زمانے کے سیاسی مدبرین اور اکابرین کے ساتھ بھی اٹھنا بیٹھنا ہو چکا تھا۔ قائداعظم کی سیاسی بصیرت کا اعتراف ہم عصر سیاستدان بھی کرتے تھے اور آپ کی ذہانت و حاضر جوابی کے بھی معترف تھے۔ آپ نے ساری زندگی محنت شاقہ کو اپنا ہمسفر بنائے رکھا اور وطن عزیز پاکستان کیلئے جدوجہد میں اپنی صحت کو بھی آڑے نہیں آنے دیا۔

18جون 1944ء کو قائداعظم نے فرنٹیر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام اپنے پیغام میں کہا تھا:

آزادی وہ مسلم نظریہ ہے جس کو ہم نے اپنانا اور اس کی حفاظت کرنا ہے کیونکہ آزادی ہمارے لئے انمول خزانہ ہے۔ ہمیں امید رکھنا چاہئے کہ تمام شہری ہم سے استفادہ کرینگے۔ ہمیں اپنی منزل کا خود تعین کرنے کیساتھ دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہوگا جسمیں سماجی انصاف و انسانیت کو ترجیح دی جائے ان حالا ت میں ہی ہم اپنی ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہونے کیساتھ دنیا کو باور کراسکیں گے کہ ہم امن کے قائل ہیں امن ہی درحقیقت

انسانیت کی بہتری اور ترقی وخوشی کا ضامن ہے۔

تشکیل پاکستان کے بعد قائداعظم کے پیش نظر سب سے پہلا اور اہم مقصد اس سرزمین کی سرحدوں کا تحفظ تھا۔ قائداعظم کی زندگی کا ایک روشن اور تابندہ پہلو ان کی اسلامی فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح ایک ایسے نابغہ روزگار، منفرد اور واحد شخصیت تھے جو نہ صرف بیسویں صدی کے سب سے بڑے سیاستدان تھے بلکہ دنیائے سیاست اور تاریخ عالم ان کا ثانی مہیا کرنے سے قاصر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تحریک پاکستان کی کامیابی قائداعظم کے بغیر ممکن نہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عظیم مقصد کیلئے منتخب کیا تھا اور وہ بہت کم عرصے میں مسلمانوں میں جوش وخروش پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے اور پوری لگن سے قومی و ملی خدمات سرانجام دے کر سرخرو ہوئے۔ قائداعظم کی شخصیت کا ایک جاذب پہلو یہ ہے کہ انہوں نے قلیل عرصے میں صرف اپنی قوت استدلال سے برصغیر کے مسلمانوں کیلئے علیحدہ، آزاد اور خود مختار ملک پاکستان قائم کیا۔

قائداعظم کی سیاسی زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے دوران ایسے مسلمان سیاستدان بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے قائداعظم کے خلاف تقریریں کیں۔ قائداعظم کو عجیب وغریب القابات سے بھی نوازا گیا، سیاسی طور پر آپ کا تمسخر بھی اڑایا جاتا مگر آپ نے کبھی بھی ان فضول گوئیوں کا جواب دینے میں وقت ضائع نہیں کیا، قائداعظم محمد علی جناح چونکہ ایک حقیقت پسند انسان تھے اور تاریخ اسلام پر گہری نظر رکھتے تھے ہمیشہ یہی فرماتے مسلمانوں کی وحدت کی بنیاد ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب پر ہے۔

قائداعظم کی زندگی دنیا بھر کے سیاستدانوں اور رہبروں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کا طرز عمل، مسلم و غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ، آپ کی سیاسی جدوجہد، آپ کے افکار ونظریات الغرض زندگی کے دیگر شعبہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ بدقسمتی سے قائداعظم اور آپ کے زمانے کے دیگر سیاستدانوں کے بعد وطن عزیز پاکستان کے تڑپ اور درد رکھنے والے بے لوث سیاستدان ناپید ہونا شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ حالات یہاں تک پہنچ گئے کہ سیاست کا دوسرا نام کاروبار، لوٹ مار اور چور بازاری پڑ گیا۔ اب ملک وقوم کی خدمت کے فقط نعرے ملتے ہیں اور پس پردہ اپنے خاندان اور کاروبار کو پروان چڑھانے کے حیلے بہانے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اب الیکشن میں پانی کی طرح پیسہ بہانے، سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والوں کی چاندی ہے۔ ملک بنانے والے تو ملک بنا کر چلے گئے اب الا ماشاء اللہ ملک کو لوٹنے والے ہی حکومت میں آتے ہیں، پھر اگلے الیکشن میں ایک دوسرے کو گراتے ہیں اور یہی کھیل برسوں سے جاری ہے۔ بیرون ملک جائیدادیں، کاروبار اور بینک بیلنس بنائے جاتے ہیں۔ جبکہ وطن عزیز پاکستان میں فقط سیاست پارٹیاں اور سیاسی وابستگیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اگر یہی حکمران قائد اعظم کو اپنا رول ماڈل مانتے ہوئے پاکستان اور غریب عوام کو سوچتے تو ان کی جائیدادیں اور کاروبار باہر ممالک میں ہونے کی بجائے پاکستان میں ہی بنتیں اور ملک وقوم کی خوشحالی میں کردار ادا کرتیں۔

قائداعظم محمد علی جناح عظیم لیڈر اسی وجہ سے تھے کہ انہوں نے اپنے خاندان کو پروان چڑھانے کی بجائے ملک وقوم کا سوچا تھا۔ انتھک محنت پر یقین رکھتے تھے اور زندگی کے آخری سانس تک ملک وقوم کے نام کر رکھی تھی۔ آج اسی جذبہ اور ولولے کی ضرورت ہے۔ اگر آج کے سیاستدان قائداعظم کے فرامین اور سیرت وکردار سے سبق حاصل کرتے ہوئے ملک وقوم کا سوچیں تو پاکستان قرضوں کی دلدل سے نکل کر معاشی طور پر بھی خوشحال نظر آئے گا اور بہت جلد ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں بھی اول درجہ میں شمار کیا جائے گا۔ پاکستان کے بیشتر مسائل کا حل فقط قائد اعظم کو رول ماڈل مان کر ان کی سیاست کی پیروی کرنے میں ہے۔

☆☆☆☆☆

دین سے بے رغبتی اور اس کا علاج

قرآن نے واضح کر دیا دلوں کا سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے

نفس کی عیاریوں سے بچنے کے لئے عبادت و ریاضت پر توجہ دی جائے

مرتبہ: صائمہ نور

عصر حاضر میں ذہنی،فکری اور سائنسی و فلسفیانہ حملے کے بعد جذباتی سطح پر باطل کی طرف جمیع امت مسلمہ پر بالعموم اور نوجوان نسل پر بالخصوص جو حملے کیے جارہے ہیں ان سے دفاع اور حفاظت کے لیے درجہ ذیل نکات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ جذباتیت کی سطح پر کیے جانے والے حملے پہلے حملوں سے شدید تر اور اپنے اثرات کے اعتبار سے زیادہ گہرے اور دور رس ہیں۔ یوں تو ہر شخص کے اندر جذبات کا ایک جہاں پنہاں ہوتا ہے۔ جذبات اندھے ہوتے ہیں جو اپنی تسکین کے لیے سامان چاہتے ہیں۔ ہر شخص کو ان امور میں امتیاز کا شعور نہیں ہوتا وہ تو بس جذبات کا اسیر ہوتا ہے اور اس کا مطمع نظر ہر حال میں جذبات کی تسکین ہوتا ہے جبکہ یہ امتیاز شعور کی سطح پر حاصل ہوتا ہے۔

برائیوں سے کیونکر بچا جائے؟:

سوال یہ ہے کہ ان غلط میلانات و ترغیبات کی دلدل سے نوجوان نسل کو کیونکر روکا جاسکتا ہے؟ شعور جو انسان کو ان دلدلی رستوں کی طرف جانے سے باز رکھ سکتا تھا۔ اس پر جذبات کی حکمرانی نے اس کی صلاحیت کے اس جوہر کو ضائع کر کے بیکار کر دیا ہے اور جیسا کہ ارشاد ربانی:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ۔ (یوسف،۱۲: ۵۳)

’’(کیونکہ) نفس تو (انسان کو) برائی ہی سکھاتا ہے۔‘‘

یہ نفس تو اسے کشاں کشاں برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ بدی کے لیے انسان کے دل میں زبردست داعیہ اور کشش کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ نفس کی اس حالت پر بڑی محنت و ریاضت مجاہدے اور مشقت کے بعد قابو پایا جاسکتا ہے۔

نفس کے لیے مجاہدہ و مشقت انتہائی تکلیف دہ امر ہے۔ خارجی سازگار ماحول اسے بدی کی طرف کھینچتا ہے تو باطنی شعور اسے صراط مستقیم سے بھٹکا کر دین سے دور لے جاتا ہے۔ سماجی ڈھانچہ بھی اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔ ایسی صورت میں نوجوان کو دین سے کیونکر قریب کیا جائے۔

نسل نو کی دین سے بے رغبتی کا سبب:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محبوب حقیقی سے لو لگانے والے اب خال خال رہ گئے ہیں۔ یہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے اور نئی نسل کے دین سے تنافر اور بے رغبتی کے کیا اسباب ہیں؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ہماری دکان میں وہ مال ہی نہیں جس کی طلب کے لیے خریدار دور دور سے کشاں کشاں آیا کرتے تھے۔

گو کہ نماز پنجگانہ بھی ادا کی جاتی ہے، تلاوت بھی ہوتی ہے محفل ذکر میں اللہ کی گونج بھی سنائی دیتی ہے مگر وہ ذوق وشوق اور لذت نصیب نہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ (الرعد،۱۳: ۲۸)

’’سن لو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان

حاصل ہوتا ہے۔''

یہ فرمان خداوندی سب کو خبردار کرکے آگاہ کررہا ہے کہ ذکر الٰہی سے ہی دلوں کو سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے۔قرآن کا وعدہ سچا ہے مگر سکون دل کہاں ملتا ہے؟ اس کی تلاش میں کوئی مسجد کی طرف لپکتا ہے کہ اس کی مضطرب روح سکون آشنا ہوجائے مگر وہاں تکفیر کے کارخانے میں ایک دوسرے کو کافر بنانے کی فکر کی جارہی ہوتی ہے۔

یہاں یہ سوال مسلسل قلب و ذہن کو پریشان کرتا ہے نئی نسل کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور اضطراب کا کیا علاج کیا جائے۔

اگر سکون اور اطمینان مفقود ہوں اور روح میں اضطراب اور بے چینی ہو تو نماز، روزہ اور اللہ کی یاد میں دل نہیں لگتا اور کوئی مسجد کے اندر قدم رکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کے مسلمان کے ایمان و اسلام کو جذباتی سطح کے حملے سے بچانے کے لیے ہٹ دھرمی اور انانیت کو چھوڑ کر تمام توانائیاں یکجا کی جائیں تاکہ اس طوفان کے آگے بند باندھا جاسکے جو ہماری پوری نسل کو لپیٹ میں لینے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔

یاد رہے کہ جب جذباتی سطح پر بگاڑ واقع ہوجائے تو اس کا علاج کتابیں پڑھنے سے نہیں ہوگا۔کتابیں تو شعور پر دستک دیتی ہیں لیکن جب ذہن میں انتشار و پراگندگی ہو تو کتب و تصانیف میں لکھی ہوئی باتیں دل میں نہیں اترتیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں نوجوانوں کے دلِ مضطرب کو کیسے تشنہ طلب کیا جاسکتا ہے۔اس کا جواب ہم قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے مخاصمہ کے علم کے ذریعے دلیل سے عیسائیت اور یہودیت کے گمراہ عقائد کا رد کیا۔قرآن نے ایک سے زیادہ خدا ہونے کے دعوے کو دلیل سے یوں رد کیا:

لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (الانبياء، ۲۱: ۲۲)

''اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہوچکے ہوتے۔''

یہ کتنی مضبوط دلیل ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو زمین و آسمان کا یہ سارا نظام درہم برہم ہوچکا ہوتا اور اس کائنات کا وجود صفحہ ہستی سے ناپید ہوجاتا۔

قرآن حکیم ہر بات دلیل سے کرتا ہے۔کہیں من و سلویٰ کے ذکر سے ذہنوں کو ان نعمتوں کی طرف متوجہ کیا ہے جو خدا نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر نازل کیں۔ ان تذکار سے مقصود یہ ہے کہ گنہگار اور نافرمان رشد و ہدایت سے بہرہ ور ہوجائیں۔قرآن کا اسلوب بیان یہ ہے کہ جنت کے باغات اور انعام و اکرام کا ذکر کرکے ان لوگوں کو جو دنیا میں ان نعمتوں سے محروم ہیں ان کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ وہ اخروی زندگی میں ان کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوسکیں۔

قرآن اپنے بندوں کے طبائع کی مناسبت کے لحاظ سے بات کرتا ہے۔قرون اولیٰ کے اولیاء کرام میں ایک کامل ولی اللہ کا قصہ مذکور ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی شان کے حسب حال اپنے اس مقبول بندے سے پوچھا کہ کیوں روتا ہے۔کیا جنت کی طلب ہے؟ یہ بات ہے تو جا میں نے تجھے اپنی جنت دے دی۔ وہ بندہ آنکھ اٹھا کر عرض کرتا ہے مولا! جنت کی طلب نہیں۔ بارگاہ ایزدی سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ کیا دوزخ کا خوف رونے کا سبب ہے؟ اگر ایسا ہے تو جا تجھے دوزخ سے آزاد کردیا۔ وہ بندہ پھر عرض پیرا ہے کہ نہیں مولا! میرے رونے کا سبب دوزخ کا خوف بھی نہیں۔ بارحریم ناز سے پھر سوال ہوتا ہے کہ اے میرے بندے تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ وہ خدا کا لاڈلا بندہ عرض کرتا ہے میرے آقا و مولا! تو خوب جانتا ہے کہ تجھ سے میرے تعلقات کی بنیاد جنت اور دوزخ کا کوئی تصور نہیں تھا اور میں ساری عمر تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مصروف عبادت رہا۔ مجھے تو صرف اس بات کا غم رہا کہ کیا پتہ مجھے تیرا دیدار فرحت آثار نصیب ہوگا یا نہیں۔

کیا دین میں جذباتیت مفقود ہوگئی ہے:

قوم اپنے دینی قائدین سے دین کا وہ تصور چاہتی ہے جس سے کافر بھی بے اختیار مسلمان بننے پر آمادہ ہوجائیں۔ افسوس صد افسوس کہ یہاں سوائے نفرتوں اور کدورتوں کے کچھ ہاتھ نہیں آتا جبکہ مذہبی قیادت کے پاس الا ماشاء اللہ سوائے نفرت، عدم رواداری اور انتہا پسندی کے اور کچھ نہیں۔

یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ لوگ مذہبی قیادت سے مایوس کیوں ہوتے جارہے ہیں۔ کیا بات ہے کہ مذہب کا نام لینے والے کسی کا دل نہیں موہتے؟ کیا دین کی باتوں میں کشش اور جاذبیت باقی نہیں رہی؟ نہیں ایسی بات نہیں۔ اگر معروضی سطح پر اس صورت حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود مذہب اور دین کا پرچار کرنے والے اپنی کشش اور جاذبیت کھو بیٹھے ہیں۔

جبکہ قرآن مختلف مقامات پر موقع کی مناسبت سے مخاطب کی نفسیات کو سامنے رکھ کر خطاب کرتا ہے۔ اگر کوئی ڈر کر سیدھے راستے پر جانے کا اہل ہے تو اسے دوزخ اور ہاویہ کے عذاب الیم کی بات سناتا ہے۔ اگر کوئی نعمتوں کا گرویدہ ہے تو اس سے جنت کے باغات اور حور و قصور کا ذکر کرتا ہے۔

طریقِ تربیت نبوی ﷺ کی ضرورت:

یہ بات مسلمہ اور طے شدہ ہے کہ ہماری نئی نسل نے دین کو نہیں بلکہ دین کے ان نام نہاد علم برداروں کو مسترد کیا۔ ان شاء اللہ وطن عزیز تا قیام قیامت دین اور مذہب کو کبھی مسترد نہیں کیا جائے گا۔ نوجوانوں کے سیرت و کردار سے پاکیزگی اور عفت و طہارت چھن گئی ہے اور اس کی جگہ عیش کوشی نے لے لی ہے۔ اس میں قصور ان نوجوانوں کا نہیں بلکہ ہمارا ہے جو ان کے مرض کا صحیح طریقے سے علاج نہیں کرتے۔

آنحضور ﷺ نے مثالی تربیت اور حکمت و تدبر سے سر سے پاؤں تک گمراہ اور بھٹکے ہوئے انسان کی رغبت، چاہت اور دگرگوں احوال کی سمت کو اس طرح بدل دیا کہ اس کے قلب و ذہن اور زاویہ نگاہ میں ہمہ جہت انقلاب برپا ہوگیا۔ اس نبوی طریق کار کی پیروی ہر دور میں اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور اہل اللہ نے کی اور لکھوکھا انسانوں کی زندگیوں کو انقلاب آشنا کردیا۔ آج بھی اسی طریق تربیت کی ضرورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ (الاحزاب،۳۳: ۴۵)

’’اے نبیِّ (مکرّم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

معاشرے میں انقلاب کیونکر ممکن ہے؟:

اگر آج ہم اپنے بگڑے ہوئے معاشرے میں انقلاب لانا چاہتے ہیں تو ایسا صرف مصطفوی طریق تربیت کو اپنا کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں کو رشد و ہدایت کے مراکز کی طرف لانے کے لیے لازمی ہے کہ وہ دنیا و ماسوا کو بھول کر یاد محبوب میں محو ہوجائیں اور ہر چیز سے بیگانہ ہوکر اسی کی لذت و حلاوت میں ڈوب جائیں۔ آج روح کے مضراب کے تاروں کو ہلانے کی ضرورت ہے۔ جب تک ان تاروں کو چھیڑ کر الوہی ذکر کے نغمے نہیں الاپے جائیں گے اور اللہ کی ضربیں دل پر پیہم نہ لگائی جائیں گی اس زنگ کا دور ہونا ممکن نہیں۔

حضور ﷺ کی نعتوں کے سُر سے سُر ملائے جائیں، شب بیداریوں کا اہتمام کیا جائے، حضور اکرم ﷺ کی مدحت سرائی کی محفلیں منعقد کی جائیں اور لحن داؤدی کی سرمدی لے میں ذکرِ محبوب کو بلند سے بلند تر کیا جائے۔ سینوں میں عشق کی ایسی آگ بھڑکا دی جائے جو اس حد تک سوز پیدا کردے کہ اس کے بغیر یوں کیفیت ہوجائے جس طرح پانی کے بغیر مچھلی کی ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی ہر مریض کا علاج مرض کی نوعیت سے قطع نظر ایک ہی دوائی سے کرنا شروع کردے تو اس سے مریض کو بجائے فائدے کے نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات غلط دوائی کے استعمال سے جان بھی جاسکتی ہے۔

اگر کسی مریض کو عمل کا عارضہ لاحق ہو تو اس کے لیے نسخہ عمل تجویز کیا جائے گا تاکہ ان کوتاہیوں اور کمزوریوں پر قابو پایا جاسکے۔ لیکن اگر کوئی مریض عشق ہے تو اس کا علاج عارض و گیسو اور حسن و سراپائے مصطفیٰ ﷺ کا ذکر جمیل چھیڑ کر کیا جائے گا اور اس کے جذبہ عشق کی تسکین کے لیے حضور ﷺ کے دیدار فرحت آثار کی باتیں کی جائیں گی۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ باطل کے حملوں سے دفاع کے لیے عشق الٰہی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے سوز و ساز سے ایمانی جذبے کو استحکام و دوام عطا کیا جائے۔ ☆☆☆

وہ سفر جن میں منزلیں ساتھ چلتی ہیں

پاکستان پہاڑوں، کہساروں، سرسبز و شاداب میدانوں اور بیابانوں کی سرزمین ہے

منہاج القرآن ویمن لیگ کے وفد کی شمالی علاقہ جات کی سیر

رپورٹ: عائشہ مبشر

ہر انسان سب سے پہلے اپنی ذات کا اسیر ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسیری کا دائرہ کار وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اس دائرہ کار کی جہات کہیں رشتوں ، دوستانوں، کہیں تمناؤں، کہیں حسرتوں ، کہیں رسائیوں اور کہیں نا رسائیوں کے آفاق تک پھیلی ہوتی ہیں ۔کم ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے سفر حیات میں ایک ایسا حسین موڑ آتا ہے جہاں یہ تمام جہات ایک محور پر منسلک ہوکر اپنا وجود کھو دیتی ہیں۔ اور اسی موڑ سے پہچان کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے پرانے دوستانے نیا پیرہن پہنتے ہیں تمنائیں اور حسرتیں اپنے محور ومرکز کے گرد طواف کرنے لگتی ہیں۔ ہم پر بھی یہ لمحہ اس وقت سے وارد ہے جب سے اک مرد حق کا دامن تھاما ہے۔ اس دامن بے کراں کی وسعت اور طاقت نے ہم ابابیلوں کے پروں کو وہ طاقت دی ہے کہ چہار عالم کا پھیلاؤ بھی اس جذبہ اڑان کے آگے ہیچ نظر آتا ہے ۔آج آپ کو ایک ایسی ہی اڑان کی سرگزشت سنانی ہے جو ویمن لیگ کی تحریکی زندگی میں ایک الگ ہی پہچان رکھتی ہے۔

سال بھر ویمن لیگ کا لشکر دعوت ، تنظیم اور تربیت کے خوان سجائے وطن عزیز کے ہر گوشہ میں اپنے اپنے محاذ پر اترتا ہے متلاشیان و طلبگاران کو علم ،عمل، تحقیق، تزکیہ، تربیت ، ذکر الٰہی و ذکر رسول ﷺ صلحاء و عرفاء کے اسوہ سے لبریز کرتا ہے۔مگر سال کے بارہ مہینوں میں ایک مہینہ ایسا بھی آتا ہے جب یہ سب سپاہیات غوث الوریٰ باہم پلاننگ سے اپنے رخ شمالی علاقہ جات کی جانب کردیتی ہیں اور اپنے شفیق مربی حضور سیدی شیخ الاسلام کی گولڈن جرنی کی یادیں تازہ کرتی ہیں ۔ سال 2021 میں بھی اپنے اہداف کی تکمیل کا تنقیدی وتعمیری جائزہ لینے کے بعد باہم مشورہ ہوا کہ اب وقت ہے کہ جب پہاڑوں کی پکار سنی جائے ۔سلسلہ مشاورت شروع ہوا اور دومقامات کے درمیان ٹاس ہوگیا کہ کشمیر کی سرسبز وادیوں اور جھنجھناتے جھرنوں میں اترا جائے یا سکردو کے سنگلاخ پہاڑوں سے ہوکر سکردو کی زرد وادیوں اور ست رنگی جھیلوں میں اپنا عکس اتارا جائے ۔ بے شک کشمیر جنت نظیر ہے پر شاید ہمیں ہمارا جنوں کہیں اور ہی کھینچ رہا تھا تبھی قرعہ فال سکردو کے نام نکلا اور اکثریتی رائے سے سکردو جانے کا فیصلہ کیا گیا۔سکردو تو بس حجت تھی اصل کشش تو اس ملکہ پربت کی تھی جو جب بھی چلاس سے گزرتے تو رائے کوٹ پل عبور کرتے ہوئے ہمیں اپنی جھلک دکھلاتی اور للچاتی تھی ۔سو اس بار یہ طے پایا کہ اب اس حسین سے روبرو ملاقات کرکے ہی لوٹیں گے ۔ Three Musketeers ہمیشہ کی طرح ہر پہلو کا جائزہ لیکر نے روٹ کنفرمیشن سے لیکر کوسٹر، رہائش، جیپس، بریک فاسٹ، لنچ اور ڈنر سب کی پلاننگ کنفرم کرلی۔ 20 جون کی رات 12

بجے ہم سب اپنے اپنے سامان سے لیس مرکز منہاج القرآن جمع ہوئے جہاں ایک ترو تازہ، آرام دہ کوسٹر ایک عدد تھکے ہوئے ڈرائیور کے ساتھ ہماری منتظر تھی۔ سامان لوڈ کرواتے ہوئے تو محترم ڈرائیور صاحب کافی ہوشیار اور چست لگ رہے تھے مگر اس بظاہر چستی اور پھرتی کا عقدہ آدھی رات کے بعد کھلا۔ رات 11:30 سے 12:00 بجے کے درمیان ہمارے سفر کا آغاز ہوا ارادہ تھا کہ صبح ناشتہ بالا کوٹ حسب روایت دریائے کنہار کے کنارے کریں گے ۔ آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی سب اپنی اپنی نشستوں پر اونگھ رہے تھے کہ اچانک کلر کہار عبور کرنے کے بعد ڈپٹی ڈائریکٹر ایگرز جو ڈرائیور کی پچھلی نشستوں پر انتظامی کمیٹی کے ہمراہ براجمان تھیں یک دم ایک نعرہ حق بلند کرتیں اور ہاتھ آگے کر کے زور سے تالی بجاتیں اپنی سیٹس پر اونگھتی بہنیں تلملا جاتیں کہ آخر باجی کو یہ کیا سوجھ رہی ہے کہ پانچ منٹ نہیں گزرتے کسی کا بھی نام لیکر اونچی آواز سے پکارتیں اور زور سے تالی بجاتیں ہیں۔ یقین کیجیے تادم سحر یہی ہمارے تلملانے کا اور باجی کے نعرہ لگا کر تالی بجانے کا سلسلہ جاری رہا۔ بس ان کے ہر عمل پر اعتماد اور ہماری ٹیم کا باہمی مروت و اخلاص حاوی رہا کہ ہم نے انہیں نہیں روکا اور کہا جب کہیں رکیں تو خیریت اچھی طرح دریافت کریں گے ۔ خیر سے اللہ اللہ کر کے بالا کوٹ آیا ناشتہ کرنے بیٹھے تو باجی کو ہاتھوں ہاتھ لیا کہ بہن خیر تھی رات کو کونسے راگوں کی مشق ہو رہی تھی ۔ کہنے لگیں آپ راگوں کو روتی ہیں شکر کیجیے میں راگ لگا رہی تھی اور کوسٹر کسی گڑھے میں اترنے سے محفوظ رہی ہوا یہ چونکہ باجی ڈرائیور کہ پیچھے والی سیٹ پر بیٹھی تھیں تو ان کی نظر مسلسل فرنٹ پر تھی باجی نے دیکھا کہ ڈرائیور گاڑی چلاتے چلاتے اونگھنے لگتا تو وہ زور سے کسی کو پکارتیں اور ڈرائیور کے کان کے پاس کر کے تالی بجاتیں یہ تو ہمارے ساتھ آئے گارڈ نے بعد میں بتایا کہ چونکہ ڈرائیور ہمارے ساتھ آنے سے قبل کہیں اور لمبے سفر سے آیا تھا تو اس لئے بیچارہ تھکا ہوا تھا۔ اللہ اللہ کر کے ہم ناران پہنچے۔

اگلا دن خوابوں کے سفر پر روانہ ہونے کا دن تھا وہ خواب جو ہم گزشتہ تین سال سے دیکھ رہے تھے مگر تعبیر اس سال پانے کا عزم کیا ۔ ناران سے نکلے لولوسر جھیل کو سلام محبت ادا کرنے رکے اور پھر بابو سر ٹاپ کی برف باری میں جا کر ہی ٹھہرے ۔ چونکہ اب تک سفر پلاننگ کے مطابق تھا لہذا بابوسر ٹاپ کی سردی اور برف باری کو رگ وپے میں خوب ذخیرہ کرنے کے بعد چلاس کی گرم فضاؤں کی جانب عازم سفر ہوئے ۔ طے یہ پایا تھا کہ دوسرے دن کا قیام چلاس میں کر کے ملکہ پربت کے نگر کو تازہ دم ہو کر نکلیں گے ۔ شومئی قسمت بابوسرٹاپ کی سردی کے اثر نے چلاس کی گرم آب وہوا کو بھی خوش گوارا کر دیا ۔ امیر قافلہ نے ہمارے لیے ہوٹل بھی کیا خوب چنا تھا ہمارے کمروں کے سامنے انار ، انجیر اور خوبانی سے لدے درخت تھے بس پھل پکنے کی کسر تھی لہذا ہماری طبع آزمائی سے محفوظ رہے ورنہ ہمارے دہن کے چکھنے کا شرف ضرور حاصل کرتے۔ خوب مزیدار ڈنر کے بعد کھلے ڈلے کمروں میں سفید چادروں والے بستروں میں خواب خرگوش کے مزے لینے کے بعد اگلے دن کی مشکل مگر افسانوی منزل کی جانب رواں دواں ہوئے۔

پریوں کی کہانیاں بڑے ہونے کے بعد بھی اپنا سحر قائم رکھتی ہیں تبھی تو ہم نے پریوں کی وادی یعنی فیری میڈوز میں جا کر ملکہ پربت کو اس کے نگر میں ملنے کا تہیہ کیا ۔ رائے کوٹ برج پر جا کر ہم نے اپنی سامان بمع کوسٹر ڈرائیور صاحب کے سپرد کیا جو پہلی رات کے بعد سے انتہائی مہارت اور ذمہ داری سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ دودن کے قیام کیلئے ہم نے مختصر شولڈر بیگ چلاس میں ہی تیار کر لئے تھے جس میں ایک ایک ایکسٹرا سوٹ کیساتھ گرم شال جیکٹ یا کوٹ، چاکلیٹس جن کی بلندی پر چڑھائی کے وقت اپنی

افادیت ہے سنیکس جو ہم لاہور سے ساتھ ہی لائے تھے اور پانی کی بوتلیں شامل تھیں۔

رائے کوٹ سے فیری میڈوز کے سفر کا ظاہر تو ہم نے آنے سے قبل مختلف ٹریولرز کے وی لاگز دیکھ دیکھ کر کچھ ڈر کچھ ایکسائٹمنٹ اور بہت سے جوش کے ساتھ اپنا لیا تھا مگر اس سفر کا باطن ہم پر اس راہ پر چلنے کے بعد ہی کھلا۔ فیری میڈوز نانگا پربت کا بیس کیمپ ہے جو سطح سمندر سے 3300 میٹر بلند ہے۔رائے کوٹ برج دائیں جانب ایک کچا راستہ فیری میڈوز کو جاتا ہے ہم نے اپنے بیگز لئے اور پہلے سے بک جیپیں میں جا بیٹھے رائے کوٹ سے تتو گاؤں تک جیپ ٹریک کم وبیش ایک گھنٹے کا ہے۔شروع میں منظر بہت دل نشین تھا مگر یکا یک ہم ایک تنگ سی سڑک پر آ گئے۔

ہمارے دائیں جانب پہاڑ کی دیوار جب کہ بائیں جانب گہری کھائیاں تھیں اور اس کچی سڑک پر ایک وقت میں ایک جیپ ہی چل سکتی تھی۔ اب ہم نانگا پربت کے رحم وکرم پر تھے۔ہمیں پندرہ کلومیٹر کا سفر طے کر کے تتو گاؤں پہنچنا تھا۔یہ سفر ایک گھنٹہ میں مکمل ہوا مگر کچھ سمجھ نہیں آئی ہم زمین پر تھے یا عالمِ برزخ میں۔ جب سامنے سے آنے والی جیپ کو اوور ٹیک کرنا ہوتا اور ہماری جیپ کھائی کی سمت ہوتی تو ہمارے اور کھائی کے درمیان صرف خدا ہی تھا۔سخت پتھریلا راستہ اچھلتی کودتی جیپ ، جیپ کے پہیوں کے نیچے سے سرکتے پتھر کھائی میں گرتی ریت اور جیپ میں آیۃ الکرسی کا ورد کرتے ہم واللہ اس ٹریک کا شمار دنیا کے خوف ناک جیپ ٹریکس میں کیا جا سکتا ہے۔ اس راستے کو پل صراط سے تعبیر کرنا کچھ غلط نہیں۔ بالآخر ہم تتو گاؤں پہنچے جہاں گرم پانی کا ایک چشمہ بھی پایا جاتا ہے۔ بقول جیپ ڈرائیور اس گرم چشمہ کا پانی اسقدر گرم ہوتا ہے کہ اس میں انڈا ابالا جاسکتا ہے۔تتو ویلیج سے ہمارا قافلہ دو حصوں میں منقسم ہوگیا کچھ وہ جنھوں نے فیری میڈوز کا سفر گھوڑوں پر کرنے کا فیصلہ کیا اور باقی ہم جنھوں نے گھوڑوں کو ناقابل اعتبار گردانتے ہوئے اپنے پیروں پر اس ٹریک کو مکمل کرنے کی ٹھانی۔تتو گاؤں سے فیری میڈوز کا سفر انسانی زندگی کے سفر کے بمطابق ہے۔ جب آپ ٹریک پر قدم رکھتے ہیں تو بہت پر اعتماد اور پر جوش ہوتے ہیں اور اپنی ایک چھلانگ میں افلاک کو طے کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ جیسے جیسے ٹریک تنگ ہوتا جاتا ہے ایک جانب سیدھے پہاڑ اور دوسری جانب گہری کھائی اور مضبوطی سے جمائے قدموں کے نیچے سے سرکتی ریت ایک عجیب سا احساس پیدا کرتی ہے۔زندگی کے سفر میں لازمی نہیں کہ کسی بڑی خطا یا غلطی کے نتیجے میں ہی سزا ملے کبھی کبھار ایک ننھے سے کنکر جتنی غلطی یا نادانی بھی منہ کے بل گرا دیتی ہے۔مگر آپ کی صحبتوں اور سنگتوں کا اخلاص ایسے ہی راستوں پر ثابت ہوتا ہے۔ جب آپ گرنے لگیں اور کوئی آپ کے گرنے سے پہلے آپ کو بڑھ کر تھام لیتا ہے۔ ایسا ہی کچھ ہمارے ساتھ بھی ہوا لاکھ قدم لڑکھڑانے کے باوجود بھی ہم ایک دوسرے کو سنبھالتے چڑھائیاں چڑھتے رہے اور کم وبیش 3 گھنٹے کی ٹریکنگ کے بعد جب پہلا قدم فیری میڈوز میں رکھا تو ٹانگیں بے جان تھیں اور ہم سطح سمندر سے 10ہزار 8سو فٹ بلندی پر تھے۔ کہتے ہیں نا کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے، سو ہم نے بھی ذہن اور دل کا سکون پانے کے لیے جسم کا سکون کھویا تھا۔

وہاں کا نظارہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کالے پہاڑوں پر اچانک سے ایک سبزے کی چادر بچھا دی گئی ہے، جس کے دامن میں جھرنے بہہ رہے اور خوبصورت گھوڑے اس سبز وادی میں آزادانہ پھر رہے ہیں۔ ہمارے لکڑی کے کاٹیج ایک چھوٹی پہاڑی کی اترائی میں بنائے گئے تھے۔لکڑی کے بنے کاٹیج سردی کی شدت کو روکنے میں قطعی ناکام رہتے اگر ان کو گرم رکھنے کے لئے کمرے کے وسط میں بڑے سائز کے ہیٹر نصب نہ ہوتے۔کمروں میں اپنے بیگ پھینک کر ہم دیوانہ وار ملکہ پربت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسکی سفید و شفاف چوٹی نے ہمیں اپنے قبضے میں کر لیا گویا اس سے نظر ہٹانا اس سے بے وفائی کے مترادف ہو۔ نانگا پربت کا نظارہ

فیری میڈوز سے بھی کم حسین نہیں مگر اس کے حسن کو اور قریب سے دیکھنے کے لئے ہم نے بیال کیمپ جانے کی ٹھانی بیال کیمپ کا راستہ خوبصورت جنگلوں سے ہوکر گزرتا ہے۔ ان جنگلوں میں کئی قسم کے خوبصورت درخت، سبزہ زار، پھول، جھرنے اور چشموں کے پانی پر مشتمل ندی اور نہایت سریلی آواز میں گیت گاتے خوبصورت پرندے روح تک کو نئی تازگی نئی زندگی بخشتے ہیں۔ دل کر رہا تھا ہاتھ میں ایلف شفک کے Forty Rules of Love پکڑ کسی جھرنے کے کنارے اگے درخت کے تلے مطالعے میں گم ہوجائیں مگر بیال کیمپ میں ہمیں ملکہ پربت پکار رہی تھی ۔ بیال کیمپ تک کا راستہ حسین ترین نظاروں کی گزرگاہ ہے۔ دائیں طرف نانگا پربت کے دامن سے نالے کی صورت اُترتا ہوا پانی اور چیڑ کے جنگلات سے بہتی ہوئی ندی اور چشمے، بائیں طرف نالے میں گر کر عجیب سماں پیدا کرتے ہیں۔ یہ راستہ پرخطر ہونے کے باوجود دنیا کی خوبصورت ترین راستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

نانگا پربت دنیا کا وہ واحد آٹھ ہزار میٹر سے بلند پہاڑ ہے جس کے دامن میں پائن کا اتنا گھنا جنگل ہے۔ (آٹھ ہزار میٹر سے بلند چوٹیوں کی کل تعداد 14 ہے جن میں سے پانچ پاکستان میں ہیں)۔ دنیا میں تمام ایسی چوٹیوں کے اردگرد گلیشیئرز اور برفانی چوٹیاں ہوتی ہیں، جبکہ نانگا پربت کے ایک طرف دیوسائی کا دلکش میدان ہے تو دوسری جانب فیری میڈوز میں اس قدر گھنا جنگل ہے۔مگر افسوس راستے میں پانچ میں سے ہر ایک درخت کٹا ہوا تھا ہم سوچنے لگے کہ اگر یہی حال رہا تو اس جنگل کا حسن کیسے برقرار رہے گا۔ لیو ٹالسٹائی ایک جگہ لکھتا ہے کہ پُر مسرت زندگی گزارنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اور فطرت کا بندھن ٹوٹنے نہ پائے۔ انہی خواہشوں اور تفکرات میں راستے کے حسن کو سراہتے ہم جب بیال کیمپ پہنچے تو پلکیں جھپکنا بھول گئے۔ ملکہ پربت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر تھی اس کی چوٹی پر جمی شفاف برف سے نور کا انعکاس ہماری آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہا تھا۔ کچھ ساتھیوں کو بھوک ستائی تو پھر کہیں ہمیں لکڑی کے بنے چھوٹے کیبن نظر آئے جہاں چپس اور نوڈلز مل رہے تھے ہم نے بھی بیال کیمپ کی اس سوغات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ دل تو واپس آنے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر بادل نخواستہ واپسی کو سفر اختیار کیا شام تک واپس فیری میڈوز پہنچے رات کو کھلے آسمان تلے کہکشاں دیکھنے کی آس تھی مگر واپسی پر ہی موسم ابر آلود ہوگیا اور رات خوب بارش ہوئی ٹھنڈ کئی گنا بڑھ گئی ہم اپنے اپنے کاٹیج میں مقید ہو گئے۔ آخر بارش کچھ رکی تو ہمارے کاٹیجز میں تمام ممبران قافلہ آبراجمان ہوئے اور پھر رات گئے فیری میڈوز کی فضائیں درود پاک، ذکر الٰہی، نعت خوانی اور بعد میں اپنے شیخ کے ذکر سے گونجتی رہیں اور رات گئے تک یہ سلسہ جاری رہا۔

اگلی صبح پرتکلف ناشتے کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا ۔ اور ہم بھاری دل لئے ملکہ پربت سے جدا ہوئے۔ قصہ اگلے سفر کا بھی قابل ذکر ہے مگر فیری میڈوز کی وادیوں کے آگے پھیکا لگتا ہے۔ اس سفر نے ہمیں جسمانی تکان مگر ذہنی و روحانی اطمینان دیا آج بھی ایسا لگتا ہے جو فیری میڈوز کے رستے کو سمجھ لیتا ہے اور دل کے قدموں سے عبور کرتا ہے وہ اپنی زندگی میں سنگتوں کی قدر کرنا اور چھوٹی چھوٹی لاپرواہیوں سے بچنا اور ہر قدم سنبھال کے اٹھانا سیکھ جاتا ہے مشکل فیصلے لینے کا خوف اس کے دل سے جاتا رہتا ہے اور زندگی کی طویل اور پرخطر پگڈنڈیوں پر بھی اطمینان قلب ساتھ رہتا ہے۔

مشہور اسکاٹش کوہ پیما، ماہر ارضیات اور مصنّف جان موئر کے الفاظ ہیں" پہاڑ مجھے پکارتے ہیں تو مجھے جانا ہی پڑتا ہے۔ کچھ یہی حال ہمارا بھی ہے تمام سال کی ورکنگ کے بعد پہاڑ ہمیں بھی پکارتے ہیں تو ہمیں بھی جانا پڑتا ہے۔ زندگی رہی تو اگلے سال پہاڑوں سے ملاقات کا حال سنانے پھر آجائیں گے۔

☆☆☆☆☆

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

بزدل قومیں آزادی کی نعمت سے محروم ہو جاتی ہیں

جنگ ستمبر میں قوم نے افواج کے شانہ بشانہ وطن کے چپے چپے کا دفاع کیا

آمنہ خالد

قوموں کی زندگی کا انحصار بہادری، جواں مردی اور بے خوفی پر منحصر ہوا کرتا ہے۔ زمانہ قدیم سے یہی دستور چلا آرہا ہے کہ طاقتور قوم اس قوم کو اپنا محکوم بنا لیتی ہے جس میں بہادری، جواں مردی اور خودداری کا فقدان ہوتا ہے۔

اور وہی قومیں دنیا میں اپنا وجود برقرار رکھتی اور زندہ رہتی ہیں جو اپنا دفاع مضبوط رکھتی ہیں۔ پاکستانی قوم نے بھی 6 ستمبر 1965 کی شب غیر اعلانیہ جنگ کا مقابلہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ وہ قوم ہے جس نے خود جارحیت سے ہمیشہ گریز کیا مگر 6 ستمبر 1965ء وطن عزیز پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن، زریں اور تابناک دن ہے۔ جب ازلی دشمن نے جارحیت کرتے ہوئے رات کے اندھیرے میں یہ سوچ کر کہ پاکستانی قوم سو رہی ہے پاک سرزمین پر ناپاک قدم رکھنے کی جسارت کی اور قوم کی غیرت و حمیت کو للکارا۔ پاکستانی بلاشبہ سو رہے تھے لیکن غافل نہ تھے۔

مسلمانوں کے ہاتھوں بار بار رسوا ہونے کے باوجود ہندو قوم کو ہوش نہیں آیا کہ وہ جس قوم سے ٹکرا رہے ہیں وہ کٹ تو سکتی ہیں لیکن جھک نہیں سکتی۔

پاکستان کے جری دلیر، بہادر سپوتوں نے شجاعت کی انمٹ داستان رقم کی اور دشمن کے غرور اور زعم کو خاک میں ملا دیا اور پوری قوم پاکستانی افواج کے شانہ بشانہ سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ محض ہتھیاروں سے نہیں، جذبوں سے جیتی جاتی ہے اور اس وقت یہ جذبہ پاکستانی قوم میں بیدار تھا۔

بھارت نے 6 ستمبر 1965ء کو رات کے وقت پاکستان پر حملہ کیا تو اس کا خیال تھا کہ راتوں رات پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ شیر سویا بھی ہو تو شیر ہی ہوتا ہے۔

طاقت کے نشے میں چور ہمارا دشمن جو پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹانے کے لئے آیا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ناکامی کا داغ اپنے سینے پر سجا کر واپس چلا گیا کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا یہ وہ سرزمین ہے جو شہیدوں کے لہو سے سیراب ہوتی ہے۔ اور پاک فوج کے سپوت اس بات کی عملی تصویر ہیں کہ ''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے''

اس وقت بھی سرحدوں کے محافظ جاگ رہے تھے
اور تاریخ گواہ ہے کہ جب اللہ کے شیر جہاد کے لیے نکلے تو نے دریاؤں کے رخ پلٹ دیے، پہاڑوں کا سینہ چیر کر رکھ دیا اور کفر کی ہر دیوار ان کے ضربِ مومن سے مٹی کا ڈھیر بنتی چلی گئی۔

کیونکہ مسلمان مجاہد کی ایک ہی آرزو ہوتی ہے وہ ہے شہادت کی آرزو۔ اللہ کی راہ میں جان لوٹا دینے کی تمنا۔ ستمبر کی جنگ میں چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا جب پاک فوج کے شیر دل جوان اپنے جسموں سے بم باندھ کر ہونٹوں پر نعرہ تکبیر اور دلوں میں شہادت کا جذبہ لیے دشمن کے ٹینکوں کو ریزہ ریزہ کرتے چلے گئے۔

اپنا سب کچھ دفاعِ وطن کے لئے قربان کر دیا اور دشمن کے ناپاک عزائم کو رزقِ خاک بنا دیا۔

اور یہ ثابت کر دیا کہ

میرے تن کے زخم نہ گن ابھی
میری آنکھ میں ابھی نور ہے
میرے بازوؤں پر نگاہ کر
جو غرور تھا وہ غرور ہے

سرگودھا ائیر بیس کمانڈر بیان کرتا ہے کہ جنگ کے دنوں میں ائیر بیس کی حفاظت کے لیے اضافی فوج آئی ہوئی تھی۔ ان کے لیے چارپائیوں اور بستروں کی ضرورت پڑی۔ سرگودھا کی ایک مسجد میں اعلان کروایا گیا کہ فوجیوں کے لیے چارپائیوں اور بستروں کی ضرورت ہے۔ میرے ذہن میں تھا کہ کچھ بستر اور چارپائیاں مل جائیں تو گزارا کر لیں گے لیکن میں نے دیکھا کہ پی اے ایف ایک ہی گھنٹے میں انسانوں اور گاڑیوں سے بھر چکا تھا۔ ہر ایک کے پاس بالکل نئے بستر اور چارپائیاں تھیں۔ ہم نے ضرورت کے مطابق بستر اور چارپائیاں لے لیں اور باقی لوگوں کو واپس لے جانے کے لیے کہا تو وہ غصے سے چارپائیاں اور بستر پر پھینک کر بولے کہ ہم سے نہیں لینی تو ہم بھی یہ واپس نہیں لے کر جائیں گے۔

ان کا یہ جذبہ اور خلوص دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں نے دل میں کہا کہ اس قوم کے لوگوں میں ایسا جذبہ ہے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔

6 ستمبر 1965ء کی کی جنگ پاک دھرتی کے ان بہادر سپوتوں کی داستان ہے کہ جو اپنی دھرتی کی طرف اٹھنے والی ہر انگلی کو توڑنے اور اسے میلی نگاہ سے دیکھنے والی ہر آنکھ کو پھوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

طاقت کے نشے میں چور دشمن جو پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹانے کے لئے آیا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ناکامی کا داغ اپنے سینے پر سجا کر واپس چلا گیا کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا یہ وہ سرزمین ہے جو شہیدوں کے لہو سے سیراب ہوتی ہے۔ اور پاک فوج کے سپوت اس بات کی عملی تصویر ہیں ہیں کہ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

قوموں کی تاریخ میں کچھ ایسے دن بھی آتے ہیں جو قربانی کا تقاضا کرتے ہیں اور پاکستانی تاریخ میں 6 ستمبر 1965ء کا دن ایک ایسا ہی دن تھا جب پاکستان کے بہادر سپوت جرأت و بہادری اور استقلال کا استعارہ بنے نظر آئے۔ کبھی میجر عزیز بھٹی بن کر شام کی چائے پینے کا دعوی کرنے والوں کے خوابوں کو نیست و نابود کیا تو کبھی ایم ایم عالم بن کر ایک منٹ میں دشمن کے پانچ طیاروں کے پرخچے اڑا دیئے۔

قربانی کی لازوال مثالیں قائم کرتے ہوئے کچھ شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے تو کچھ غازی بن کر سرخرو ہوئے۔

یہ وہ بہادر سپوت تھے جو نمایاں خدمات سرانجام دے کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے اسلام اور پاکستان پر نثار ہوگئے۔ بہادری اور دلیری سے افواج پاکستان کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ ہماری افواج کا ہر جوان بہادر اور دلیر ہے۔ یہ ان

مسلمان مجاہد کی ایک ہی آرزو ہوتی ہے وہ ہے شہادت کی آرزو۔ اللہ کی راہ میں جان لوٹا دینے کی تمنا۔ ستمبر کی جنگ میں چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا جب پاک فوج کے شیر دل جوان اپنے جسموں سے بم باندھ کر ہونٹوں پر نعرہ تکبیر اور دلوں میں شہادت کا جذبہ لیے دشمن کے ٹینکوں کو ریزہ ریزہ کرتے چلے گئے

مجاہدین کی داستانیں ہیں جنہوں نے شہادت کا جام شوقِ بہشت اور خوشنودی الٰہی میں نوش کیا اور ایسی انمٹ داستان رقم کر گئے کہ جس پر پاکستانی قوم کو بجا طور پر فخر ہے۔

اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنا جہاد اولین ہے۔ اس جہاد میں ہی باقی تمام اوصافِ جہاد پنہاں ہیں ہماری پاک فوج سرحدوں پر دشمن سے ملک کی حفاظت ہی نہیں کرتی بلکہ وہ ہماری جان مال اور آبرو کی بھی حفاظت کرتی ہے چنانچہ یہ وہی جہاد ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہداء کو مردہ ہرگز مت کہو وہ تو زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو روزی عنایت فرماتا ہے۔

6 ستمبر 1965ء کی کی جنگ پاک دھرتی کے ان بہادر سپوتوں کی داستان ہے کہ جو اپنی دھرتی کی طرف اٹھنے والی ہر انگلی کو توڑنے اور اسے میلی نگاہ سے دیکھنے والی ہر آنکھ کو پھوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اور اس کی عملی تصویر ہیں کہ

ہم جنون گردش کے رخ کو موڑ دیتے ہیں
ہم وہ ہیں جو ظلم کے پنجوں کو توڑ دیتے ہیں
نہ دیکھنا میرے اس وطن کو کبھی میلی نگاہ سے
ورنہ زمانہ گواہ ہے ہم ایسی آنکھیں اکثر پھوڑ دیتے ہیں

لیکن افسوس کہ وہ جذبہ جو 1965 کی جنگ میں پاکستانی قوم میں موجود تھا آج پاکستانی قوم اس جذبہ جرأت و شجاعت سے عاری نظر آتی ہے۔ اور اپنی نسلوں کو اپنی اقدار کا دفاع کرنا سکھانے میں ناکام رہی۔

ہم جن کو حکم اذاں پر پر بت شکن بننا تھا وہ ضمیر فروش بن گئے۔ ہم اقبال کے شاہین، ملک کے معمار تھے جن کو ستاروں پر کمند ڈالنا تھی وہ سستی و کاہلی کی تصویر بن گئے۔

جن کے نعروں سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز جاتے تھے، جن کی بے رحم شمشیروں سے دشمن کے دل دہل جاتے تھے آج وہی شمشیریں زنگ آلود ہیں کہ

اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا

لیکن اگر آج بھی پاکستانی قوم اپنی میراث کو جان لے تو ترقی یافتہ قوموں کی صفِ اول میں آنے سے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

کیونکہ ان پر سایۂ شمشیرِ حیدر ہے۔ یہ تو وہ قوم ہے جس کے بہادر سپوتوں نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے کبھی میجر عزیز بھٹی بن کر تو کبھی مقبول حسین بن کر کہ جس کی زبان کاٹ دی جاتی ہے جس کے ناخن چیر دیے جاتے ہیں اور پاکستان مردہ باد کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبان کے بہتے لہو سے دیوار زندان پر لکھتا ہے پاکستان زندہ باد

آج پھر سے اسی جذبے کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان آج بھی دشمن کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔ اسے پاکستان کا وجود گوارا نہیں اب وہ سرحدوں پر حملہ کرنے کی بجائے ملک کے اندر ہی مسلمان بھائیوں کو لڑانے کی سازشیں کر رہا ہے۔

آج عہد کریں کہ ہم دشمن کے ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیں گے اور پاکستان کا دفاع ہر قیمت پر کریں گے یہی 6 ستمبر کا پیغام ہے:

اے ارض وطن ہم تیری عظمت کے ہیں قائل
اونچا تیرا دنیا میں علم کرکے رہیں گے

☆☆☆☆☆

دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور داعی کے اوصاف

خوش بیانی کی نسبت خوش اخلاقی زیادہ ثمر بار ہوتی ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد دشمنان اسلام کو معاف کر کے ان کے دل جیت لئے

——— مرتبہ: روبینہ ناز ———

دعوت دین میں عملی اور اخلاقی کشش کے بغیر کام موثر ثابت نہیں ہوتا۔ خوش بیانی کی نسبت خوش اخلاقی اور خوش عملی زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے داعی کی شیریں بیانی خوش اخلاقی اور تحمل مزاجی شدید ترین مخالف کا دل بھی اپنی طرف کھینچتی ہے سرور کونین ﷺ کا یہی طرز عمل کفار اور مشرکین کو کشاں کشاں دائرہ اسلام میں لے آیا۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں نرم گفتاری کی اہمیت سے کوئی داعی اور مبلغ بے خبر نہیں رہ سکتا قرآن مجید میں آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران، ۳: ۱۵۹)

”اور اگر آپ تُند خُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔“

اس سلسلہ میں چند عملی مثالوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

داعی اعظم ﷺ کی زندگی:

عکرمہ فتح مکہ کے بعد فرار ہوگیا اس کی بیوی نے آنحضور ﷺ سے اس کے لیے معافی طلب کی وہ واپس مکہ آنے سے ڈر رہا تھا کہ شاید یہ کوئی چال نہ ہو بہر حال بیوی کی یقین دہانی پر آ گیا وہ جس وقت مسجد نبویؐ میں داخل ہوا حضور ﷺ اسے دیکھ کر اس قدر تیزی کے ساتھ اٹھے کہ چادر مبارک نیچے گر گئی اور آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر عکرمہ کو گلے لگالیا وہ تو اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا تھا کہ کہیں کسی سازش کا شکار نہ ہوجائے یہ حسن اخلاق دیکھ کر اس کی چیخیں نکل گئیں اور قدموں میں ڈھیر ہوگیا۔

فتح مکہ کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ گئی سرداران مکہ میں سے اکثر کا قبول اسلام بخوشی نہ تھا ان میں ایک صفوان بن امیہ بھی تھا سرکار دو عالم ﷺ نے اسے تین سو اونٹ عنایت فرمائے اس کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے اتنا عطا کیا کہ شان فیاضی دیکھ کر میرے دل کا بغض ختم ہوگیا اور آپ میرے نزدیک محبوب ترین شخصیت بن گئے۔

آپ ﷺ ایک یہودی عالم کے مقروض تھے۔ ایک دن اس نے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس رقم نہیں وہ بضد ہوا اور آپ ﷺ کو ایک

محسن انسانیت ﷺ دعوت دین کے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رکھا کرتے تھے کہ مخاطب میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ وہ دعوت کو اپنی چیز سمجھ کر قبول کرے

دن تک روکے رکھا صحابہ کرامؓ اس گستاخی پر برہم ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں ردعمل سے منع کیا اور فرمایا ''مجھے اللہ نے کسی شخص پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے'' دن چڑھنے پر یہودی مسلمان ہوگیا اور نصف مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا۔ کہنے لگا: میں نے یہ جسارت صرف آزمانے کے لیے کی تھی کیونکہ تورات میں نبی آخرالزمان ﷺ کے جو اوصاف درج ہیں میں ان کا ذاتی تجربہ کرنا چاہتا تھا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ بکریاں مانگیں آپ ﷺ نے ایک بہت بڑا ریوڑ عطا کردیا وہ آپ ﷺ کی فیاضی سے اس قدر متاثر ہوا کہ واپس جاکر قبیلہ والوں کو اکٹھا کرکے کہا ''مسلمان ہوجاؤ محمد ﷺ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ مفلسی کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

ایک مرتبہ کسی یہودی کا ایک بچہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہوکر قریب المرگ تھا آپ خود چل کر اس کے گھر گئے تیمارداری کی اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے اجازت کے لیے باپ کی طرف دیکھا یہودی آپ ﷺ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوگیا کہ بیٹے سے کہنے لگا دیکھتے کیا ہو؟ ایسے مہربان شخص پر فوراً ایمان لے آؤ۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑے ہوئے ایک اعرابی کی آواز آئی اور اس نے آپ ﷺ کو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا آپ نے پہلے اس کی حاجت پوری کی پھر نماز پڑھائی۔

حضرت معاویہ بن سکمؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی کی چھینک پر یرحمکم اللہ کہہ دیا۔ دیگر صحابہ کرامؓ انہیں گھورنے لگے کہ دوران نماز یہ کیا کردیا لیکن نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو تو منع کیا لیکن حضرت معاویہؓ کو ڈانٹا تک نہیں بلکہ پیار سے بتلایا کہ نماز اللہ کی بڑائی کے لیے قائم ہوجاتی ہے اس میں بات چیت کرنا منع ہے۔

فضالہ کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے ہاتھ نے میرے اندر سکون اور سرور کی ایک عجیب کیفیت پیدا کردی۔ میں جس شخص کی جان لینے آیا تھا اب دنیا میں اس سے زیادہ محبوب کوئی اور نہ تھا۔ میں تھوڑی دیر ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتا رہا جس سے میری روح کو مزید تازگی اور فرحت ملی

رسول اکرم ﷺ کا دلنواز انداز دعوت:

رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے گردو پیش میں موجود روزمرہ کی معمولی مثالوں کے ذریعے بھی اسلامی تعلیمات ذہن نشین کروایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں ایک بار سفر جہاد کے دوران ایک بستی پر ہمارا گزر ہوا آنحضرت ﷺ نے اہل بستی سے پوچھا تم لوگ کون ہو انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی وہ بار بار اپنے بچے کو آگ سے دور ہٹاتی وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا کیا خدا سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا نہیں۔ آپ ﷺ ے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اس نے کہا کیا اللہ اس سے کہیں بڑھ کر مہربان ہے جتنا ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ اس سے بھی بڑھ کر مہربان ہے۔ عورت نے کہا: ماں تو کبھی اپنے بچوں کو آگ میں پھینکنا گوارا نہیں کرتی۔ رحمت دو عالم نے سر جھکا لیا اور پھر یقین بھری آواز میں ارشاد فرمایا: اللہ ہرگز کسی کو عذاب میں نہیں ڈالے گا سوائے ان لوگوں کے جو سرکشی اور تکبر میں اللہ کا انکار ہی کردیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا ''میری اور اس شخص

خوش بیانی کی نسبت خوش اخلاقی اور خوش عملی زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے داعی کی شیریں بیانی خوش اخلاقی اور تحمل مزاجی شدید ترین مخالف کا دل بھی اپنی طرف کھینچتی ہے

کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کسی کے پاس ایک اونٹنی تھی جو رسی تڑوا کر بھاگ کھڑی ہوئی لوگوں نے اسے زبردستی پکڑنا چاہا وہ اور بھی سرکش ہوگئی اور قابو میں نہ آئی اس کا مالک آگے بڑھا اور: کہا پیچھے ہٹ جاؤ میں اسے پکڑنے کی ترکیب خوب اچھی طرح جانتا ہوں وہ سامنے کی جانب سے ہاتھ میں کچھ گھاس لئے آگے بڑھا اونٹنی کو پیار سے چمکارا وہ قریب آئی گھاس منہ میں لے کر بیٹھ گئی اس نے اونٹنی پر کجاوہ باندھا اور سوار ہوکر اطمینان سے رخصت ہوگیا۔

محسن انسانیتﷺ دعوت دین میں اس بات کا ضرور لحاظ رکھا کرتے تھے کہ مخاطب میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ وہ دعوت کو اپنی چیز سمجھ کر قبول کرے۔

فتح مکہ کے دوسرے دن نبی رحمتﷺ کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ آپﷺ کی محویت کا عالم دیکھ کر فضالہ ابن عمیر کے دل میں آقائے دو جہاںﷺ کا کام تمام کرنے کا خیال پیدا ہوا وہ برے ارادے سے حضورﷺ کی جانب بڑھا جب قریب ہوا تو آنحضرتﷺ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور پوچھا ''کیا فضالہ آ رہا ہے'' اس نے کہا جی ہاں میں فضالہ ہوں حضورﷺ نے پوچھا بتاؤ کس ارادے سے آئے ہو اس نے کہا کوئی خاص ارادہ نہیں بس اللہ اللہ کررہا ہوں آپﷺ اس کا جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا تم تو کسی اور ہی ارادے سے آئے تھے وہ ذرا چونکا آپﷺ نے محبت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فضالہ اپنے رب سے معافی مانگو اور آپﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے سینے کے اوپر رکھ دیا۔

فضالہ کا کہنا ہے کہ حضورﷺ کے ہاتھ نے میرے اندر سکون اور سرور کی ایک عجیب کیفیت پیدا کردی۔ میں جس شخص کی جان لینے آیا تھا اب دنیا میں اس سے زیادہ محبوب کوئی اور نہ تھا۔ میں تھوڑی دیر ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتا رہا جس سے میری روح کو مزید تازگی اور فرحت ملی۔

سفر ہجرت میں سو اونٹوں کے لالچ میں سراقہ بن جعشم حضورﷺ کا تعاقب کرتے کرتے قریب پہنچ گیا جب آقاﷺ کی نظر اس پر پڑی تو دعا کی یا اللہ ہمیں اس کے شر سے محفوظ فرما ادھر آپﷺ نے دعا کی ادھر سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ نیچے گر گیا وہ سمجھ گیا کہ اللہ نے اپنے نبیﷺ کی خصوصی حفاظت کا بندوبست کیا ہوا ہے اس نے معذرت کرتے ہوئے آپﷺ سے جان کی امان طلب کی آپﷺ نے معاف فرمادیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو واپس کردوں گا۔ جب وہ پلٹنے لگا تو آنحضورﷺ نے فرمایا: رکو! سراقہ اس وقت تمہاری شان کا عالم کیا ہوگا جب بادشاہ کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھ میں پہنائے جائیں گے۔کچھ عرصے بعد سراقہ حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے زیورات اور نوادرات آپ کو پیش کیے گئے تو آپ نے سراقہؓ کو بلاکر سونے کی کنگن انہیں پہنادیئے۔

یہ دعوت دین کا وہ طریقہ کار ہے جو اللہ کے رسول حضور نبی اکرمﷺ نے ہمارے لیے بطور نمونہ دیا۔ اگر ہم آئندہ آنے والی نسلوں کو دین منتقل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں حضورﷺ کے اُس دعوت کو اپنانا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

منظوم منقبت

بحضور ملکۂ نورِ ظہور، فخرِ عالم کل، آیتِ تطہیر، تصویرِ خدیجۃ الکبریٰ تفسیرِ مصطفی
جناب بتول فاطمۃ الزہرا ؓ

محمد شفقت اللہ قادری

قرآن کی آیتِ تطہیر حدیثِ مصطفیٰ کی جامع تفسیر ہے فاطمہ
نبی کی مراد بس علیؓ اور علیؓ کی مراد گلشنِ مصطفیٰ کی کلی ہے فاطمہ

نظامِ شمسی کے سب سیارے شمس و قمر اور سب ستارے
ضَو فشاں ہیں جس سے ہر دم وہ نور العینِ مصطفیٰ زوجۂ علی ہے فاطمہ

جس کی سیرت مصطفیٰ کا نقشِ اوّل، جس کی صورت کبریٰ کا نقشِ آخر
فاقہ کشی جس کی خُو، جود و سخا جس کا زیور، صبر و قناعت کی وہ تصویر ہے فاطمہ

سرِ نوکِ سنان منائی شامِ غریباں مقتل میں زہراؓ کے لعلؑ نے
جس کے لختِ جگر نے فرشتوں کو بخشا ہنرِ اِستغنائی وہ ہے فاطمہ

اے زمینِ دنیا فخر و غرور کر، سنبھل جا، ہوش میں آ، تجھ پر خرامِ ناز ہے فاطمہؓ
ارے ناداں! کیا تو بھول گئی ہے کہ اِکرامِ بنتِ حوا کا آخری آسماں ہے فاطمہؓ

کون رتبے کا ہے ثانی؟ کوئی ہمسرِ زہراؓ بتول نہیں ہے
حاملِ نفسِ مطمئنہ ہی نہیں، کاملہ، راضیہ، مرضیہ کی حامل ہے فاطمہؓ

شرم و حیا رِدائے زہرا حوریں مانگیں حجابِ بتولؑ، نور مانگیں ملائکہ سب
اُمہات کو مطلوب بھی ہر جا موجود بھی، مصطفیٰ کو مرغوب ہے فاطمہؑ

جس بحرِ نبوت میں غوطہ زن ہوئے پنج تن سارے اور پُر نور ہوئے
جس قلزمِ نور میں پار لگے اَہلِ بیتِ نبی، اس کی شناور اَوّل ہے فاطمہؑ

قولِ شارح ہے کہ طہارت نصفِ ایمان ہے اور شرطِ اِسلام بھی
ایمان نصفاں ہی نہیں واعظ سراپائے ایماں مفصل ہے فاطمہ

ہے حقوقِ نسواں کی علم بردار اور حیائے عصمتِ حوا کی کامل دلیل
رِدائے زہرا بتول سائبانِ عرش ہے، وہ تمکنتِ علی ہے فاطمہ

سزا و جزا میں تیرے نوکر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں در پہ جس کے
ثواب و عذاب کی تقسیم عجیب ہے فقط تیری ہاں اور ناں ہے فاطمہ

شعورِ حیا کی بادشاہت میں فقط ہے زہراؑ حکمرانی تیری
فرش تا عرش ہے جس کی سلطنت وہ محبت کا عنوان ہے فاطمہؑ

ساری کائنات میں عبادت کا اِک نصاب ہے اور مصحف کتاب ہے
عرش و فرش ایک طرف! دونوں جہاں میں مقبول ہے فاطمہؑ

جس شہرِ علمِ مصطفیٰ کا بابِ علم فاتحِ خیبر علیؑ ولی فقط
اُس بابِ علم کی کلید لازم اور اِجازت ہے فاطمہ

نبیؐ کی پیاری بیٹی مصحفِ نبوت کا عنوان جلی
پاکیزگی کا ورق اَوّل ایمان کا صفحۂ آخر ہے فاطمہ

نبی کی لختِ جگر علی کی حرم کدہ کی ملکہ اور مخدومۂ ملائکہ بھی
قرۃ العینِ مصطفیٰ اور ماں باپ جس پہ قربان نبوت کا نقشِ تمام ہے فاطمہ

مدینۃ العلم کی ضمانتِ اوّل، شرم و حیاء کی دلیل کامل اور مطلوبِ یزداں بھی
بابِ علم کی کلید لازم عملِ پیہم سراپائے حکمت و دانش ہے فاطمہ

صبائے جنت اور خوشبوئے فردوس بھی کریں احترام اور ہو کے مستور گزریں
مستوراتِ کائنات کا فخر و غرور اور نبیؐ کا مان و دُخترِ قنوت ہے فاطمہ

نور کی اِک ٹھنڈی کرن اور ظہورِ مصطفیٰؐ کا وجود بھی
اِحترام کا دستورِ اوّلیں طہارت کا مقامِ آخریں ہے فاطمہ

زینۂ نبوت کی پہلی منزل سے خاتونِ اوّل خدیجۃ الکبریٰؓ
آفتابِ نبوت کی کرن ضَو فشاں اور چراغِ مرتضیٰ کی ضیاء ہے فاطمہ

نکاح جس کا عرش پر مرتضیٰ سے پڑھائیں مقرب ملائکہ جبریل امینؑ صاحب
گواہ جس کا یزداں ہو! وہ دولہن عرش ہے فاطمہ

طہارتوں کے اَبحار سارے جس مقامِ مرتفع پر ہوں مجتمع
وہ قلزمِ جود و سخا زہراء، عطا ہی عطا ہے فاطمہؑ

جس میں میرے مصطفیٰؐ خرامِ ناز کریں جنتیں بانٹیں
اُس شہرِ نبوت کی بلند و بالا فصیل ہے فاطمہؑ

جس نور سے روشن ہوئے در و بامِ عرشِ عظیم اور عرشیوں نے بلائیں لیں شفقت
اُس نورٌ علی نور، صلِ علیٰ کی روشن قندیل ہے فاطمہؑ

☆☆☆☆☆

وطن کا دفاع ہر شہری پر واجب ہے

دین وملت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوجانے والے شہید ہیں

دشمنانِ اسلام پاکستان کو کمزور کرنے کے لئے دن رات سازشوں میں مصروف ہیں

کوئی قوم اپنے دفاع سے غافل رہ کر ترقی نہیں کر سکتی

رابعہ فاطمہ

تاریخ نہ صرف ہمیں گذشتہ واقعات سے روشناس کراتی ہے بلکہ ہمیں آئندہ معاملات میں رہنمائی بھی کرتی ہے جو قومیں اپنی تاریخ کو فراموش کردیتی ہیں پھر وہ اپنے مستقبل کو بھی تجزیوں کی نظر کردیتی ہیں کیونکہ وہ تاریخ سے اچھے یا برے سبق حاصل نہیں کرتی اس لیے تاریخ کو یاد رکھنا اور آئندہ نسلوں تک اسلاف کے کارناموں کو پہنچانا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ تاریخ کو یاد رکھنے کا آسان طریقہ ہے کہ اُن کارناموں کے یادگار ایام کو منایا جاتا ہے۔

اسلام نے جہاں جہاد کی تیاری کا حکم دیا ہے وہاں اپنے اور اسلام کے دشمنوں کی ناپاک سازشوں سے بچنے کے لیے دفاعی اصلاحات اپنانے اور تیاری رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔ (سورہ النساء آیت نمبر۷۱) اسلام نے جنگ میں پہل کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو لیکن اگر کہیں ظلم ہو رہا ہو تو جہاد کا حکم دیا ہے۔ (سورہ النساء:۷۵)

ہمیں اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہنا چاہیے جو بندہ اپنے ملک وقوم کے لیے اپنی جان دیتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے:

عن سعید بن زید عن النبیﷺ قال: من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ او دون دمہ او دون دینہ فھو شھید.

''سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوجائے وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت یا خون یا دین کے دفاع میں قتل ہوجائے وہ بھی شہید ہے۔''

آقاﷺ مدینہ شریف کے مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان جتنے بھی غزوات ومعرکے ہوئے ہیں وہ مدینہ شریف کی حدود کے آس پاس ہوئے ہیں۔ ہمیشہ کفار مکہ نے ہی مدینہ شریف پر چڑھائی کی کوششیں کی اور منہ کی کھائی مسلمانوں نے ہمیشہ دفاعی پوزیشن سنبھالی اور فتح یاب ہوئے۔

پاکستان اللہ کریم کی لازوال رحمتوں میں سے ایک عظیم رحمت ہے۔ پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے جب سے یہ معرض وجود میں آیا ہے۔ دشمنان اسلام و پاکستان کو اس کی یہ آزادی اور خود مختاری ایک آنکھ نہیں بھاتی وہ ہمیشہ اس کے خلاف سازشیں اور جھوٹے پراپیگنڈے کرتے رہتے ہیں اور اس کی زمینی اور نظریاتی حدوں پر حملے کرتے رہتے ہیں اور اس کے بہادر سپوتوں نے ہر لمحہ اس کی حفاظت کی ہے۔ یہاں تک کہ اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنا فرض سمجھتے ہوئے خوشی خوشی اپنے وطن عزیز پر قربان

یوم دفاع منانے کا آج کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اپنے ہیروز کو خراج تحسین پیش کرنا اپنے دفاع کو مضبوط اور جدید سے جدید تر کرنا کیونکہ دشمن آج بھی ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کررہا ہے۔ ہمیں اپنی نئی نسلوں کی بے انتہاء تربیت کی ضرورت ہے تاکہ کوئی بھی ہمارے درمیان نفرت اور تفرقہ نہ پھیلا سکے اور نہ ہی ہمیں اپنے وطن سے محبت نہ کرنے پر مجبور کرے

ہوجاتے ہیں اور اس کی عزت پر حرف نہیں آنے دیتے۔

6 ستمبر 1965ء کو بھی دشمن نے ایک ایسا حملہ ملک پاکستان کیا گیا تھا تاکہ اسے ختم کرسکیں لیکن افواج پاکستان نے ان کو ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ آج تک وہ اپنے زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔

ہندوستان فوج نہ صرف افرادی قوت میں ہم سے 5 گنا زیادہ تھی بلکہ ان کے پاس جدید اسلحہ و بارود بھی زیادہ تھا اور دوسری طرف افواج پاکستان کے پاس یہ دنیاوی چیزوں اور سامان حرب ہونے کے باوجود ان کے پاس قوت ایمانی، جذبہ حیدریؓ اور جرات شبیریؓ تھی جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے انہیں فتح یاب کیا وادی کشمیر جیسے دنیا جنت نظیر وادی کہتی ہے۔ اس کا آدھے سے زیادہ علاقہ انڈیا کے قبضے میں ہے اور تھوڑا سا آزاد علاقہ پاکستان کے پاس ہے۔ انڈیا اس علاقے میں بھی نہ صرف ناجائز قبضہ کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ پاکستان کے دل لاہور پر بھی بری نظر رکھ رہا تھا اور انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ صبح ناشتہ جم خانہ کلب لاہور میں کریں گے۔ لیکن وہ بھول گئے تھے کہ جنگ صرف تخیلاتی طور پر جیتنے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے دلیری اور بہادری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

افواج پاکستان نے اپنے سے 5 گنا بڑی فوج کو ذلت آمیز شکست پر مجبور کرکے پوری دنیا میں ہندوستان کے تکبر اور گھمنڈ کو خاک میں ملادیا اور اپنے ملک وقوم اور دشمن کے درمیان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔

کوئی قوم بھی اپنے دفاع سے غافل رہ کر ترقی نہیں کرسکتی جس کا دفاعی نظام جتنا طاقتور ہوگا وہ قوم اتنی ہی مضبوط ہوگی۔ افواج پاکستان کے بہادر اور قوت ایمانی سے سرشار جوان خواہ وہ بری ہوں بحری ہوں یا فضائی انہوں نے ثابت کردیا کہ وہ کسی بھی صورت اپنے ملک وملت پر بری نظر رکھنے والوں کو ان کے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے اپنے دفاع کو مضبوط تر کردیا ہے اور مزید بھی کررہے ہیں۔ 1965ء کی جنگ میں ہمارے بہادر شاہینوں نے وہ عظیم مثالیں قائم کیں جو دنیا اور نئی آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ میجر راجہ عزیز بھٹی شہید نے اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ مل کر بھارت کی اتنی بڑی فوج کو ناکوں چنے چبوائے اور اسے ایک قدم بھی پاک سرزمین پر نہ رکھنے دیا مسلسل چھ دن اور راتیں جاگ کر بھارتی فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کردیا۔ مورچے سے نکل کر اپنے جوانوں کو ہدایات دیتے رہے۔ دشمن یہ سمجھنے پر مجبور تھا کہ یہاں پر بہت بڑی تعداد میں فوجی موجود ہیں جبکہ وہاں صرف چند جوان تھے اسی دوران ایک گولا ان کے سینے پر لگا اور وہ شہید ہوگئے لیکن وہ اپنی ڈیوٹی پوری کرگئے ان کو نشان حیدر سے نوازا گیا کیونکہ انہوں نے حیدری جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی۔

اسی طرح ہمارے فضائی شاہینوں نے ایسی جوانمردی کا مظاہرہ پیش کیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ محمد محمود عالم نے ایک منٹ سے کم وقت میں دشمن کے 5 جہاز مار گرا کر عالمی ریکارڈ بنایا جسے کوئی بھی اتنے سال گزرنے کے باوجود توڑ نہ سکا انہوں نے مجموعی طور پر 9 طیارے گرائے انہیں دوبار ستارہ جرات سے نوازا گیا۔ پاکستان کے جانبازوں نے صرف

دو دن میں بھارت کے 35 طیارے مار گرائے اس کا اعتراف انڈیا کے ریٹائرڈ ایئر مارشل بھارت کمار نے اپنی کتاب The Duels of the Himalayan Eagle میں کیا ہے کہ بھارت کو 1965ء کی جنگ میں زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ یہاں تک کہ دو دن میں پاکستان نے بھارت کے 35 طیارے تباہ کردیئے۔

جس طرح 6 ستمبر کو ہر سال یوم دفاع منایا جاتا ہے اسی طرح 7 ستمبر کو ہمارے آزاد وطن کی آزاد فضاؤں میں اڑنے والے شاہینوں کے لیے بھی دن منایا جاتا ہے۔ ان کی لازوال قربانیوں کی یادگار کے طور پر تاکہ قوم انہیں خراج تحسین پیش کرسکے۔ اس دن کو یوم فضائیہ کے طور پر یاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اور ان کے کارنامے واقع میں داد کے قابل ہیں۔ ہماری بری فوج کے جانثاروں نے اپنے جسموں کے ساتھ بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے گھس کر انہیں تباہ و برباد کردیا اور خود جام شہادت نوش فرمالیا۔

پاکستان کی بری فوج نے نہ صرف لاہور، سیالکوٹ، کشمیر اور راجستھان کے علاقوں کا بلکہ سارے ملک کے چپے چپے کا خیال رکھا۔ اسی طرح فضائیہ نے ملک کی فضائی حدود کے ساتھ ساتھ بری اور بحری فوج کا بھرپور ساتھ دیا اور دشمن کے گھر میں گھس کے اس کے ٹھکانوں کو تباہ کیا۔ 1964ء کو پاک بحریہ کے لیے ایک عظیم دن تھا کہ اس دن پاک بحریہ کی پہلی آبدوز بحری بیڑے کا حصہ بنی اور اس کا نام ''غازی'' رکھا گیا۔ اس طرح پاک بحریہ کا دفاعی نظام اور مضبوط ہوگیا۔ بھارت کا کوئی بھی ساحل اس سے محفوظ نہیں تھا کیونکہ یہ طویل سفر طے کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

بھارتی سورما پاک بحریہ سے اور خصوصاً ''غازی'' آبدوز سے زیادہ خوفزدہ تھے انہوں نے اپنا طیارہ بردار بیڑہ ''وکرانت'' دور ایک جزیرے میں چھپادیا تاکہ وہ محفوظ رہ سکے اس کے علاوہ کوئی بھی بحری جہاز غازی کے خوف سے سمندر میں نکلا ہی نہیں کہ نہ جانے کب غازی انہیں تباہ کردے۔

افواج پاکستان نے اپنے سے 5 گنا بڑی فوج کو ذلت آمیز شکست پر مجبور کرکے پوری دنیا میں ہندوستان کے تکبر اور گھمنڈ کو خاک میں ملادیا اور اپنے ملک وقوم اور دشمن کے درمیان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے

انڈین ایئر فورس کو ریڈار اسٹیشن دوارکا کی بہت سپورٹ تھی اور وہ کراچی سے 200 کلومیٹر اندر جاکر انڈیا کی سمندری حدود میں واقع تھی اسے تباہ کرنا بہت ضروری تھا یہ کام پاک بحریہ کو سونپا گیا یہ ایک بہت خطرناک آپریشن تھا۔ پاک بحریہ کا ایک بیڑہ کمانڈر فلیٹ کموڈور ایس ایم انور کی قیادت میں رات کو روانہ ہوا اور انڈیا کے ساحل دوارکا کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ ان کے سارے جہاز پاک فوج کے توپوں کے نشانوں پر تھے رات کو 12 بج کر 26 منٹ پر اس بیڑے کو فائر حکم ملا جس سے انڈیا کا مکمل ہوائی اڈا تباہ ہوگیا اور پاک بحریہ کا یہ مشن کامیاب رہا اور بھارتی فوج نے بزدلانہ رویہ اپنایا اور اپنا دفاع تک نہ کرنے نکلی۔ دیکھا جائے تو مجموعی طور پر ہماری افواج نے اپنے وطن عزیز کا بھرپور دفاع کیا اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔ ہمیں اپنی افواج پر فخر ہے اپنے شہداء پر فخر ہے۔

یوم دفاع منانے کا آج کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اپنے ہیروز کو خراج تحسین پیش کرنا اپنے دفاع کو مضبوط اور جدید سے جدید تر کرنا کیونکہ دشمن آج بھی ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کررہا ہے۔ ہمیں اپنی نئی نسلوں کی بے انتہاء تربیت کی ضرورت ہے تاکہ کوئی بھی ہمارے درمیان نفرت اور تفرقہ نہ پھیلا سکے اور نہ ہی ہمیں اپنے وطن سے محبت نہ کرنے پر مجبور کرے کیونکہ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

☆☆☆☆☆

Role of Islamic Teachings in Attaining World Peace

Hadia Saqib Hashmi

The pre-Islamic Arab society was known for extremism, injustice, tribal arrogance, social and moral evils. It was a time when humanity used to be degraded and dishonored. The Roman civilization can be found at that time along with Greek, Persian and Hindi civilizations but these societies were unaware of the meanings of human values, culture and morality. In these circumstances, the Holy Prophet (SAW) was sent with Divine message and He introduced those principles of civilization, morality and tolerance whose source was the Holy Qur'an and Sunna, the touchstone of its authenticity was his own ideal conduct.

In a world where wars have taken over every corner, it feels as though we need peace now more than ever before. With certain countries on the brink of nuclear wars that could potentially change the face of the Earth, we all need to understand the importance of peacekeeping. Allah (SWT) says in the Holy Quran:

"And if they incline toward peace, then you too incline toward it, and put your trust in Allah. Indeed He is the All-hearing, the All-knowing."(Surah Al-Anfal, 8: 61)

Holy Prophet (SAW) said while delivering his address to people after conquest of Makkah:

"None of you can enter paradise as long as he does not embrace faith and no one can be believer as long as he does not become paragon of good, virtue, peace for one another."(Sahih Bukhari, no. 13)

The so-called champions of modern-day world have come to know the meanings of extremism today but 15 centuries ago, while founding new

civilization, the Holy Prophet (SAW) eliminated terrorism, extremism and sectarianism by urging his companions to behave nicely with their neighbours with benevolence. The Companions were so led to feel by his insistence on this command as if the Holy Prophet (SAW) eradicated the difference between Muslim and non-Muslim as a human being and neighbour.

There are many hadiths on spreading peace and importance of peace in Islam that Prophet (SAW) did exemplify for us and we should know about them and should follow the Sunnah of Prophet (SAW) to bring peace and harmony among Muslims and also to whole mankind. The Hadith on spreading peace is as follows:

"O people, spread peace, feed the hungry, and pray at night when people are sleeping and you will enter Paradise in peace."(Sunan Ibn Majah, no. 3251)

The Holy Prophet (SAW) has said:

"Shall I inform you of something that holds a higher status than fasting, praying and giving charity? Making peace between people, for verily sowing dissension between people is indeed calamitous."(Kenzul Ummal, no. 5480)

Charity:

The instructions about prayer, Zakat and fasting came later on but teachings about individual and familial brotherhood and ideal code of conduct were put into practice first. The Holy Prophet (SAW) gave a special instruction to establish a charity for the poor, talk to them tenderly and not hurt their feelings. The Holy Prophet (SAW) emphasized on his followers to worship their Lord, feed those of the needy whom they knew and also those whom they did not know.

No hurting actions and words for each other:

The Holy Prophet (SAW) has himself described a Muslim as someone by whose hands and tongue other Muslims are not hurt and remain safe. Leave alone unjustly killing anyone, a person using foul and immoral language against others could not be called a Muslim.

The Holy Prophet (SAW) has said:

"Avoid cruelty and injustice, and guard yourselves against miserliness, for this has ruined nations who lived before you."(Riyadh-us-Salaheen, no. 203)

Forgiveness:

Narrated 'Aisha (may Allah be pleased with her):

The Holy Prophet (SAW) said, "The most hated person in the sight of Allah is the most quarrelsome person."(Sahih Bukhari, no. 50)

Treat guest with generosity

The Holy Prophet (SAW) commanded to treat the guest with generosity and respect irrespective of Muslim or non-Muslim

Anyone who believes in God and the day of judgement should not harm his neighbour. Anyone who believes in God and the day of judgement should entertain his guest generously and should say what is good, or keep quiet."(Sahih Bukhari: Vol. 8, book 73, no. 47)

Love humankind:

On the authority of Abu Huraira (peace and blessings of Allah be upon him), reported: The Messenger of Allah, (SAW), said,

"You will not enter Paradise until you believe and you will not believe until you love each other. Shall I show you something that, if you did, you would love each other? Spread peace among yourselves." (Sahih Muslim, no. 54)

Islam is a religion of justice, not a religion of injustice, is a religion of manners and co-operation, not a religion of extremism and radicalization. Islam is a religion of forgiveness and pardon, not a religion of brutality and revenge. The Holy Prophet (SAW) gave the lesson of brotherhood, tolerance, moderation and peace. All Prophets and religions propagated the message of peace and harmony in the world. He said that it was important to prove ourselves a true inheritor of this legacy and dedicate ourselves to establishment of peace in the world.

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ فاروق آباد کے زیراہتمام تربیتی ورکشاپ کا انعقاد

منہاج القرآن ویمن لیگ اوکاڑہ کے زیراہتمام سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کانفرنس کا انعقاد

منہاج القرآن ویمن لیگ گجرات کے زیراہتمام سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کانفرنس کا انعقاد

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
SEP-2021
LAHORE
Regd CPL No.45

Minhaj University Lahore

UNIVERSITY LAHORE · MINHAJ · MUL · DISCIPLINE · INNOVATION · EXCELLENCE · CHARITY

Chartered by Government of Punjab
Recognized by the HEC in W3 Category
Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready University

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

- Computer Science
- Computer Networking
- Web Design and Development
- Double Math & Physics
- Botany, Zoology & Chemistry
- Islamic Banking and Finance
- Human Resource Management
- Business Administration
- Accounting and Finance
- Commerce
- Mass Communication
- Education
- Arts
- English

BS Programs — MORNING

- Chemical Engineering
- Software Engineering
- Information Technology
- Computer Science
- Data Science
- Artificial Intelligence
- Cyber Security
- Food Science & Technology
- Human Nutrition and Dietetics
- Medical Lab Technology
- Biochemistry
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- B.Com (4 Years)
- BBA
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Peace and Conflict Studies

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

- Computer Science
- Food Science & Technology
- Biochemistry
- Clinical Nutrition
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English (Linguistics)
- English (Literature)
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- Theology & Religious Studies
- Peace & Counter Terrorism Studies
- Management Sciences
- MBA (Professional)
- MBA (Executive)
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Criminology & Criminal Justice System

Post Graduate Diploma

- Halal Standards and Management Systems
- Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

- Library & Information Science
- International Relations
- Political Science
- Economics
- Mathematics
- Education
- Urdu

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL